بسم اللہ الرحمن الرحیم

## بین مذہبی مذاکرات

# احکام وآداب

**حضرت مولانا مفتی اختر امام عادل قاسمی**

مہتمم جامعہ ربانی منوروا شریف، سمستی پور بہار

شائع کردہ

مفتی ظفیر الدین اکیڈمی، جامعہ ربانی منوروا شریف

مختلف قومیں جب ایک مقام پر رہتی ہیں تو کوئی سیاسی یا سماجی مسائل کے لئے باہم ایک دوسرے سے مذاکرات اور گفت وشنید کی ضرورت پڑتی ہے، جن کی بنیاد ایک دوسرے کے جذبات اور تقاضوں کے احترام اور رعایت پر ہوتی ہے، قیام امن، بقائے باہم اور فتنہ وفساد سے بچنے کے لئے شریعت مطہرہ میں اس کی گنجائش ہے، بلکہ اس کی عملی مثالیں بھی عہد نبوت میں موجود ہیں، ایک مقام پر رہنے والے شہریوں کے درمیان بھی، اور دیگر علاقوں اور قبائل کے مابین بھی

،------

## مذہبی بنیادوں پر مذاکرات ممکن نہیں

عہد نبوت کے بعد بھی ملکوں اور قوموں کے درمیان ہر دور کے اپنے معیار کے مطابق اس قسم کے معاہدات و مذاکرات ہوتے رہے ہیں، لیکن عموماً یہ معاہدات سماجی یا سیاسی نوعیت کے ہوتے تھے، ان میں کبھی مذہبی بنیادوں کو شامل نہیں کیا گیا، اس لئے کہ مذاکرات کے لئے مشترکہ بنیادوں کی ضرورت ہے، اور کوئی قوم بالخصوص امت مسلمہ کسی حال میں اپنی مذہبی بنیادوں پر صلح نہیں کرسکتی، چنانچہ عہد نبوت کے ابتدائی مکی دور میں رسول اللہ ﷺ کو مذہبی بنیادوں پر مصالحت کی پیش کش کی گئی تھی، لیکن اللہ پاک کے حکم پر آپؐ نے اس کو مسترد کردیا، روایات میں آتا ہے کہ کافر اکثریت جب مسلمانوں کے عزم

واستقلال میں جنبش پیدا نہ کر سکی تو انہوں نے بعض مصالحانہ پیش کشیں کی تھیں، ان میں ایک یہ تھی کہ ایک سال آپ ہمارے خداؤں کی پرستش کریں اور ایک سال ہم آپ کے خدا کی عبادت کریں، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ قریش مکہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ:

**فإنا نفرض عليك خصلة واحدة ولك فيها صلاح قال وما هي قال تعبد إلهنا سنة اللات والعزى ونعبد إلهك سنة قال حتى أنظر ما يأتيني من ربي فجاء الوحي من عند الله عز و جل من اللوح المحفوظ**[1]

ترجمہ: ہم آپ کے پاس ایک تجویز پیش کرتے ہیں، جس میں آپ کے لئے بھلائی ہے آپ نے دریافت فرمایا، کیا ہے؟ انہوں نے کہا: ایک سال آپ ہمارے معبودوں لات وعزیٰ وغیرہ کی عبادت کریں اور ایک سال ہم آپ کے خدا کی عبادت کریں، (یعنی بقائے باہم کے اصول پر ہم ایک دوسرے کو تسلیم کریں اور ایک دوسرے کے جذبات کا احترام کریں،) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں حکم الٰہی کا انتظار کروں گا، پھر جواب دوں گا، آخر لوح محفوظ

---

[1] - الروض الداني – المعجم الصغير ج ۲ ص ۴۴ حديث نمبر: ۷۵۱ المؤلف : سليمان بن أحمد بن أيوب أبو القاسم الطبراني الناشر : المكتب الإسلامي , دار عمار – بيروت , عمان الطبعة الأولى ، 1405 – 1985 تحقيق : محمد شكور محمود الحاج أمرير عدد الأجزاء : 2 )

سے اللہ پاک کی طرف سے وحی نازل ہوئی، سورۂ کافرون، اور قرآن کریم نے اس نظریہ کو بالکل ناقابل قبول قرار دیا قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ (1) لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ (2) وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ (3) وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَا عَبَدْتُمْ (4) وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ (5) لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ (6)[2]

ترجمہ: آپ کہدیجئے: اے کافرو! جس کی تم عبادت کرتے ہو اس کی میں عبادت نہیں کرسکتا، اور نہ تم اس کی عبادت کرسکتے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں، اور نہ میں عبادت کروں گا ان خداؤں کی جن کی تم کرتے ہو اور نہ تم کبھی میرے معبود کی عبادت کروگے، تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین ہے۔

بعض تفسیری روایات میں ہے کہ انہوں نے مذہبی ہم آہنگی کی پیشکش کی تھی، یعنی ہمارے دین میں جو مثبت چیزیں ہیں وہ آپ قبول کرلیں اور آپ کے یہاں جو اچھی چیزیں ہیں وہ ہم قبول کرلیتے ہیں:

**فإن كان الذي جئت به خيراً كنا قد شركناك فيه ، وأخذنا حظنا منه ، وإن كان الذي بأيدينا خيراً كنت قد شركتنا في أمرنا ، وأخذت بحظك منه فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم « معاذ**

---

[2] - سورۂ الکافرون )

**الله أن أشرك به غيره »**[3]

یہ پیش کش ایسے وقت ہوئی، جب مسلمان انتہائی کمزور اقلیت میں تھے، ہر طرف سے مخالفتوں اور فتنوں کی یلغار تھی، ان کو اپنے تحفظ کی سخت ضرورت تھی، اور کہیں سے کسی حمایت کی کوئی کرن موجود نہیں تھی، ان کے لئے یہ بظاہر اچھا موقعہ تھا کہ وہ بقائے باہم اور قیام امن کے اصول پر اس حصار کو قبول کر لیں، لیکن ان نازک حالات میں بھی قرآن نے مذہبی بنیادوں پر کسی مذاکرہ کی اجازت نہیں دی، اور ایک ہی مضمون کے لئے مکرر آیات لاکر اس اتحاد کی جڑ کاٹ کر رکھ دی، تاکہ معلوم ہو کہ یہ مذاکرہ نہ آج ممکن ہے اور نہ کبھی آئندہ اس قسم کا مذاکرہ قابل قبول ہو سکتا ہے[4]

## امت کی تہذیبی شناخت کو خطرہ

مذہبی بنیادوں پر مذاکرات کا سب سے زیادہ مضرت انگیز پہلو یہ ہے کہ اس سے امت کی مذہبی شناخت اور تہذیبی وحدت ختم ہو جاتی ہے، ظاہر ہے کہ امتِ مسلمہ اقوامِ عالم کے درمیان اپنی ایک شناخت رکھتی ہے، اور

---

[3] - لباب التأويل في معاني التنزيل ج ٦ ص ٣١٩ المؤلف : علاء الدين علي بن محمد بن إبراهيم بن عمر الشيحي أبو الحسن ، المعروف بالخازن (المتوفى : 741هـ)

[4] - تفسير القرآن العظيم ج ٨ ص ٥٠٨ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى :774هـ)المحقق : سا مي بن محمد سلامة الناشر : دار طيبة للنشر والتوزيع الطبعة : الثانية 1420هـ - 1999 م عدد الأجزاء : 8

اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے کسی حال میں اپنے دینی اور ملی امتیازات ترک نہیں کیئے، اقتدار میں رہی تب بھی، اور اقتدار سے محروم ہوئی جب بھی، دنیا کی کسی قوم اور مذہب کو یہ امتیاز حاصل نہیں ہے، ان کی قومی اور سیاسی زندگیوں میں مذہب کبھی طاقتور عنصر کی حیثیت سے نہیں رہا، کلیسا کا عبوری دور، مذہب کا دور مانا جاتا ہے مگر اس کی شدت پسندی نے مذہب کو فائدہ پہنچانے کے بجائے، نقصان ہی پہنچایا، نیز اس کی مدّت اتنی مختصر رہی کہ اس کو شمار میں نہیں لایا جاسکتا۔

اس لیے وہ تمام طاقتیں جن کو امتِ مسلمہ کا یہ امتیاز آنکھوں میں کانٹا بن کر کھٹک رہاہے، چاہتی ہیں کہ مذہب اس امت کی زندگی سے بھی نکل جائے، اور اس کے لیے ان کے یہاں مختلف تدابیر اور منصوبے زیرِ عمل اورزیرِ غور ہیں ،عالمی طور پر ثقافتی انجذاب، اور تمدنی وحدت کی تحریک بھی اسی کا ایک حصہ ہے کہ ایک ایسی وحدت قائم کی جائے جس میں کسی مذہب کا اپنا وجود نہ ہو، سب مل کر کام کریں اور تمام کی اچھی اور لائق اتفاق باتوں کا ایک مجموعہ تیار کیا جائے، جو اس وحدت جدیدہ کا لائحۂ عمل ہو، اس لیے کہ تمام مذاہب کا سرچشمہ ایک ہے ، صرف راستے الگ الگ ہیں۔

تاریخی جائزہ سے پتہ چلتا ہے کہ تمدنی اور ثقافتی وحدت و

انجذاب کا یہ تصور بہت قدیم ہے ا ور ہر دَور میں اہلِ کفر، اہلِ ایمان سے یہی خواہش کرتے رہے ہیں کہ اپنا امتیاز ترک کر کے ہماری وحدت میں شامل ہو جائیں خود قرآن کا بیان ہے۔

وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً فَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ أَوْلِيَاءَ[5]

ترجمہ: اہلِ کفر خواہش رکھتے ہیں کہ تم بھی ان کی طرح کفر قبول کر لو تاکہ تم ان کے برابر ہو جاؤ مگر ان کی خواہش پر ہر گز عمل نہ کرو اور ان سے دوستانہ وحدت قائم نہ کرو۔

یعنی ہر ایسی وحدت اسلام میں مسترد کر دی جائے گی، جو ہمیں اسلام سے کھینچ کرکفر سے قریب کر دے شیطان، نار کی طرف کھینچتا ہے، اور رحمان جنت کی طرف، نار کی طرف جانے والا راستہ قابلِ رَد ہے۔

قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی تاریخ کے ہر دَور میں اہلِ دنیا کے لیے بعض بنیادیں ایسی موجود رہی ہیں جو ان کو ایک وحدت و انجذاب سے منسلک رکھتی تھیں۔

حضرت ابراہیمؑ کے حوالہ سے قرآن نے بیان کیا ہے:

إِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا مَوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيَاةِ

---

[5] ۔ نساء: ۸۹

الدُّنْیَا [6]

ترجمہ: تم لوگوں نے اللہ کے علاوہ چند بُت بنا رکھے ہیں، جو دنیوی زندگی میں تمہاری باہم وحدت و محبت کا ذریعہ ہیں۔

یہ بت ہر دور کے لحاظ سے مختلف ہوتے رہتے ہیں لیکن بُت خواہ جو شکل بھی اختیار کر لے وہ بت ہی رہے گا۔ قرآن سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام سے قبل پوری انسانیت ایک وحدت پررواں تھی، پیغمبروں اور رسولوں کے سلسلے نے ہی اس وحدت کو توڑا ہے، پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ رسولوں کی تعلیمات صحیح طور پر ہمارے پاس موجود ہو ں اور عہدِ جاہلیت کی وہ وحدت دوبارہ لوٹ کر آجائے۔۔۔ قرآن کہتا ہے:

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ [7]

ترجمہ: تمام لوگ پہلے ایک ہی امّت تھے، پھر اللہ نے نبیوں کو مبشر و نذیر بنا کر مبعوث فرمایا۔

اسلام مکمل خود سپردگی کا نام ہے

مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ قرآن کے اس حکم کی تعمیل کریں،

---

[6] ۔ عنکبوت: ۲۵

[7] ۔ البقرہ: ۲۱۳

جو بڑی قطعیت کے ساتھ قرآن نے دیا ہے۔

**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ**[8]

ترجمہ: اے ایمان والو! اسلام میں پوری طرح داخل ہو جاؤ اور شیطانی راستوں کی پیروی نہ کرو۔

اس آیت کے نزول کا تاریخی پس منظر سامنے رکھیں تو بات اور بھی زیادہ صاف ہوجائے گی بعض نو مسلم حضرات جو پہلے یہودی تھے مثلاً حضرت عبد اللہ بن سلامؓ، اور اسد بن عبیدؓ وغیرہ ان لوگوں نے سوچا کہ اسلام پر قائم رہتے ہوئے سابقہ مذہب کے بعض ان احکام کی رعایت بھی ملحوظ رکھی جائے جو اسلامی احکام سے متصادم نہ ہوں، اس آیتِ کریمہ میں در اصل اسی فکر پر ضرب لگائی گئی ہے کہ محض اسلام قبول کر لینا کافی نہیں ہے، بلکہ اسلام میں پورے طور پر داخل ہونا ضروری ہے، بایں طور کہ اس میں کسی دوسرے مذہب وقوم کا کوئی شائبہ تک باقی نہ رہے۔

"کافۃ" کی تشریح کرتے ہوئے زیادہ تر مفسرین کا خیال یہ ہے کہ اس کا تعلق داخل ہونے والے سے نہیں، بلکہ اسلام سے ہے کہ اسلام کے تمام شرائع و احکام کو قبول کرنا، مسلمان کے لیے لازم ہے،

---

[8] ۔ البقرہ: ۲۰۸

ادھورا یا مخلوط اسلام، خدا اور رسول کے نزدیک معتبر نہیں۔[9]

اور اسی سے ملتا جلتا ایک پس منظر تھا جس میں حضرت عمرؓ "تورات" کا نسخہ لے کر آگئے تھے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، لب و لہجہ کی گرمی محسوس فرمایئے۔

**والذي نفس محمد بيده لو بدا لكم موسى فاتبعتموه وتركتموني لضللتم عن سواء السبيل ولو كان حيا وأدرك نبوتي لاتبعني قال حسين سليم أسد : إسناده ضعيف لضعف مجالد ولكن الحديث حسن**[10]

---

[9] - دیکھئے: تفسير القرآن العظيم ج ۱ /ص ۵۶۶ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ) المحقق : سامي بن محمد سلامة الناشر : دار طيبة للنشر والتوزيع الطبعة : الثانية 1420هـ - 1999 م عدد الأجزاء : 8 ، تفسیر کبیر للامام الرازی:ج ۵ /ص ۲۲۴ مطبوعہ دارالفکر بیروت ؁۱۴۰۱ھ م ؁۱۹۰۸ء، الجامع لاحکام القرآن: ۳ / ۳۹۴ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ؁۱۴۲۷ھ م ؁۲۰۰۶ء)

[10] - سنن الدارمي ج ۱ ص ۱۲۶ حدیث نمبر:۴۳۵ المؤلف : عبدالله بن عبدالرحمن أبو محمد الدارمي الناشر : دار الكتاب العربي – بيروت الطبعة الأولى ، 1407 تحقيق : فواز أحمد زمرلي , خالد السبع العلمي عدد الأجزاء : 2 الأحاديث مذيلة بأحكام حسين سليم أسد عليها )

ترجمہ : اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے اگر تمہارے سامنے موسیٰؑ ظاہر ہوں اور تم مجھ کو چھوڑ کر ان کی اتباع کرنے لگو تو تم گمراہ قرار پاؤگے، یقین رکھو اگر موسیٰ زندہ ہوتے اور میرا عہدِ نبوت پاتے تو وہ میری اتباع کرتے۔

ایک مرتبہ حضرت حفصہؓ حضرت یوسف کے قصوں کی ایک کتاب لے کر آئیں، اور حضور ﷺ کے سامنے پڑھ کر سنانے لگیں، حضرت حفصہؓ کے اس عمل سے مزاج نبوت میں تغیر آنے لگا، آپؐ نے ناراض ہو کر ارشاد فرمایا:

**وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَتَاكُمْ يُوسُفُ وَأَنَا بَيْنَكُمْ فَاتَّبَعْتُمُوهُ وَتَرَكْتُمُونِي لَضَلَلْتُمْ "**[11]

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر تمہارے پاس یوسف آجائیں اور میں موجود ہوں اور تم مجھے چھور کر ان کی اتباع کرنے لگو تو تم گمراہ قرار پاؤگے۔

---

[11] - شعب الإيمان ج ۷ ص ۱۷۳ حديث نمبر:۴۸۴۰المؤلف : أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني، أبو بكر البيهقي (المتوفى : 458هـ) حققه وراجع نصوصه وخرج أحاديثه : الدكتور عبد العلي عبد الحميد حامد أشرف على تحقيقه وتخريج أحاديثه : مختار أحمد الندوي ، صاحب الدار السلفية ببومباي – الهند الناشر : مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض بالتعاون مع الدار السلفية ببومباي بالهند الطبعة : الأولى ، 1423 هـ - 2003 م

یہاں صرف اس درجہ کا ایمان قابلِ قبول ہے جو حضور ﷺ کی ناراضی کے بعد حضرت عمرؓ نے عرض کیا تھا:

**أعوذ باللہ من غضب اللہ ومن غضب رسولہ رضینا باللہ ربا وبالإسلام دینا وبمحمد نبیا**[12]

ترجمہ: میں اللہ اور رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں، ہم اللہ سے راضی ہیں بحیثیت رب اور اسلام سے راضی ہیں بحیثیت مذہب، اور محمد ﷺ سے بحیثیت نبی راضی ہیں۔

## تہذیبی تحفظ کی ہدایات

نیز نبی اکرم ﷺ نے مختلف مواقع پر غیر مسلموں کی مخالفت کرنے کے جو احکام دیئے ہیں، ان کی روح بھی یہی تہذیبی و تمدنی اختلاط سے پرہیز ہے، اس لئے کہ بہت زیادہ سماجی قربت سے تہذیبی اختلاط کا سخت اندیشہ ہوتا ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[12] ۔ حوالۂ بالا

☆« مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ ».[13]

ترجمہ: جو کسی قوم کی نقل اُتارے اس کا شمار اسی کے ساتھ ہو گا۔

☆ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے میرے اوپر دو زعفرانی رنگ کے کپڑے دیکھے تو ارشاد فرمایا:

« إِنَّ هَذِهِ مِنْ ثِيَابِ الْكُفَّارِ فَلاَ تَلْبَسْهَا ».[14]

ترجمہ: یہ کفار کا لباس ہے اس کو مت پہنو۔

---

[13] - سنن أبي داود ج ۴ص۷۸حدیث نمبر: ۴۰۳۳ المؤلف : أبو داود سليمان بن الأشعث السجستاني الناشر : دار الكتاب العربي ــ بيروت عدد الأجزاء : 4 ) : مسند الإمام أحمد بن حنبل ج ٩ ص ١٢٦حديث نمبر : ٥١١٥ المؤلف : أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى : 241هـــ)المحقق : شعيب الأرنؤوط – عادل مرشد ، وآخرون إشراف : د عبد الله بن عبد المحسن التركي الناشر : مؤسسة الرسالة الطبعة : الأولى ، 1421 هــ – 2001 م)

[14] - الجامع الصحيح المسمى صحيح مسلم ج ٦ ص ١٤٣ حدىث نمبر :٥٥٥٥ المؤلف : أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري المحقق : الناشر : دار الجيل بيروت + دار الأفاق الجديدة ــ بيروت الطبعة : عدد الأجزاء : ثمانية أجزاء في أربع مجلدات)

☆ حضرت رُکانہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

**إِنَّ فَرْقَ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمُشْرِكِينَ الْعَمَائِمُ عَلَى الْقَلَانِسِ قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَإِسْنَادُهُ لَيْسَ بِالْقَائِمِ وَلَا نَعْرِفُ أَبَا الْحَسَنِ الْعَسْقَلَانِيَّ وَلَا ابْنَ رُكَانَةَ**[15]

ترجمہ: ہمارے اور مشرکین کے عماموں میں فرق یہ ہے کہ ہمارا عمامہ ٹوپیوں پر ہوتا ہے ان کا نہیں۔

☆حضرت بریدہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو پیتل کی انگوٹھی پہنے دیکھا تو فرمایا میں تمہارے اندر بتوں کی بو محسوس کر رہا ہوں، اس نے وہ انگوٹھی پھینک دی اور پھر لوہے کی انگوٹھی پہن کر حاضر ہوا تو حضورؐ نے فرمایا میں تم پر اہلِ جہنم کا زیور دیکھ رہا ہوں، اس نے اس کو بھی پھینک دیا، اور دریافت کیا کہ کس چیز کی انگوٹھی بناؤں، آپ نے فرمایا چاندی کی اور اس کا وزن ایک مثقال

---

[15] ۔ الجامع الصحيح سنن الترمذي ج ۴ ص ۲۴۷ حديث نمبر: ۱۷۸۴ المؤلف : محمد بن عيسى أبو عيسى الترمذي السلمي الناشر : دار إحياء التراث العربي – بيروت تحقيق : أحمد محمد شاكر وآخرون عدد الأجزاء : 5 )

سے کم رہے[16]۔

☆حضرت ابو ہریرۃؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

**إن اليهود والنصارى لا يصبغون فخالفوهم[17]**

ترجمہ: یہود و نصاریٰ بالوں میں خضاب نہیں لگاتے تم ان کی مخالفت کرو۔

☆ حضرت ابو ہریرۃ ہی کی روایت ہے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

**غيروا الشيب ولا تشبهوا اليهود[18]**

ترجمہ: سفیدی کو بدلو اور یہود کی نقل نہ اتارو۔

---

[16] - مسند الإمام أحمد بن حنبل ج ٥ ص ٣٥٩ حدیث نمبر:٢٣٠٨۴ المؤلف : أحمد بن حنبل أبو عبدالله الشيباني الناشر : مؤسسة قرطبة – القاهرة عدد الأجزاء : 6 الأحاديث مذيلة بأحكام شعيب الأرنؤوط عليها)

[17] - الجامع الصحيح المختصر ج ٣ ص ١٢٧٥ حدیث نمبر : ٣٢٧٥ المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي الناشر : دار ابن كثير ، اليمامة – بيروت الطبعة الثالثة ، 1407 – 1987 )

[18] - الجامع الصحيح سنن الترمذي ج ۴ ص ٢٣٢ المؤلف : محمد بن عيسى أبو عيسى الترمذي السلمي الناشر : دار إحياء التراث العربي – بيروت تحقيق : أحمد محمد شاكر وآخرون عدد الأجزاء : 5 )

☆ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور مسلمانوں کو اس کا حکم دیا، تو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہود و نصاریٰ اس دن کا بہت احترام کرتے ہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« لَئِنْ بَقِيتُ إِلَى قَابِلٍ لأَصُومَنَّ التَّاسِعَ »[19].

ترجمہ: آئندہ سال اگر میں زندہ رہا تو نویں محرم کا بھی روزہ رکھوں گا۔

☆ حضرت ابن عباسؓ ہی کی روایت ہے آپؐ نے ارشاد فرمایا:

**اللحد لنا والشق لغيرنا** [20]

ترجمہ: لحد ہمارے لئے اور شق ہمارے غیروں کے لئے ہے،

☆حضرت ام سلمہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہفتہ اور اتوار کے دن بطورِ خاص روزہ رہتے تھے اور فرماتے کہ:

---

[19] ـ الجامع الصحيح المسمى صحيح مسلم ج ٣ص ١٥١ **حديث نمبر ٢٧٢٣:** المؤلف : أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري المحقق : الناشر : دار الجيل بيروت + دار الأفاق الجديدة ـ بيروت الطبعة : عدد الأجزاء : ثمانية أحزاء في أربع مجلدات )

[20] ـ الجامع الصحيح سنن الترمذي ج ٣ ص ٣٦١حديث نمبر:٥٣ المؤلف : محمد بن عيسى أبو عيسى الترمذي السلمي الناشر : دار إحياء التراث العربي – بيروت تحقيق : أحمد محمد شاكر وآخرون عدد الأجزاء : 5 )

**إنهما يوما عيد للمشركين فأنا أحب أن أخالفهم**[21]

ترجمہ: یہ دونوں دن مشرکوں کی عید کے ہیں اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ان کی مخالفت کروں۔

☆ حضرت شداد بن اوس ؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

**«خَالِفُوا الْيَهُودَ فَإِنَّهُمْ لاَيُصَلُّونَ فِي نِعَالِهِمْ وَلاَخِفَافِهِمْ »**[22].

ترجمہ: یہود کی مخالفت کرو وہ اپنے جوتوں اور خف میں نماز نہیں پڑھتے۔

☆حضرت عتبہ بن عویم بن ساعدہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک میں ایک عربی کمان تھی، آپ نے ایک شخص کے ہاتھ میں فارسی کمان دیکھی تو آپ نے فرمایا لعنت ہو، اس طرح کی

---

[21] - سنن النسائي الكبرى ج ٢ ص ١٤٦ حديث نمبر: ٢٧٧٦ المؤلف : أحمد بن شعيب أبو عبد الرحمن النسائي الناشر : دار الكتب العلمية – بيروت الطبعة الأولى ، 1411 – 1991 تحقيق : د.عبد الغفار سليمان البنداري , سيد كسروي حسن عدد الأجزاء : 6 )

[22] - سنن أبي داود ج ١ ص ٢٤٧ حديث نمبر:٦٥٢ المؤلف : أبو داود سليمان بن الأشعث السجستاني الناشر : دار الكتاب العربي ــ بيروت عدد الأجزاء : 4 )

کمان لو، [23]

☆حضرت عائشہ روایت فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

**لاَ تَقْطَعُوا اللَّحْمَ بِالسِّكِّينِ فَإِنَّهُ مِنْ صَنِيعِ الأَعَاجِمِ وَانْهَسُوهُ فَإِنَّهُ أَهْنَأُ وَأَمْرَأُ » قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَلَيْسَ هُوَ بِالْقَوِىِّ [24].**

ترجمہ: گوشت کو چھری سے نہ کاٹو اس لئے کہ یہ عجمیوں کا طریقہ ہے۔

☆حضرت ابو ریحانہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کئی باتوں سے منع فرمایا ان میں سے ایک بات یہ تھی کہ آدمی اپنے کپڑے کے نیچے ریشم لگائے اس لئے کہ یہ عجمیوں کا طرز ہے، یا یہ کہ اپنے مونڈھے پر ریشم لگائے اس لئے کہ یہ بھی عجمیوں کا طریقہ ہے۔ [25]

---

[23] - سنن البيهقي الكبرى ج ١٠ ص ١٤ حدیث نمبر : ١٩٥١٩ المؤلف : أحمد بن الحسين بن علي بن موسى أبو بكر البيهقي الناشر : مكتبة دار الباز – مكة المكرمة ، 1414 – 1994 تحقيق : محمد عبد القادر عطا عدد الأجزاء : 10 )

[24] -سنن أبي داود ج ٣ ص ۴۱۰حدیث نمبر : ٣٧٨٠ المؤلف : أبو داود سليمان بن الأشعث السجستاني الناشر : دار الكتاب العربي ــ بيروت عدد الأجزاء : 4 )

[25] - رواہ ابو داؤد و النسائی، مشکوٰۃ کتاب اللباس: ٣٧٦)

☆حضور ﷺ کو اپنی امت کے تہذیبی اختلاط کا شدید اندیشہ تھا، ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا:

**عن أبي سعيد رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال لتتبعن سنن من قبلكم شبرا بشبر وذراعا بذراع حتى لو سلكوا جحر ضب لسلكتموه قلنا يا رسول الله اليهود والنصارى فمن؟**[26]

ترجمہ: تم اپنے سے پہلے والوں کی پوری طرح پیروی کروگے بالشت دربالشت ،ہاتھ درہاتھ، یہاں تک کہ اگر وہ کسی گوہ کے بل میں داخل ہوں گے تو ان کی دیکھا دیکھی تم بھی اس بل میں گھس پڑوگے، لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ!ﷺ آپ کی مراد پہلے والوں سے یہود و نصاریٰ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا پھر اور کون؟۔

کتبِ احادیث میں اس طرح کی بہت سی روایات موجود ہیں جن میں مسلمانو ں کو غیر مسلموں کے ساتھ تہذیبی اور تمدنی اختلاط سے منع کیا گیا ہے، قطعِ نظر اس سے کہ ان میں کون سا حکم کس درجہ کا ہے؟ ان احادیث میں جو بنیادی روح ہے وہ ہے مسلمانوں کی تہذیبی اور سماجی

---

[26] - الجامع الصحيح المختصر ج ۳ ص ۱۲۷۵ حدیث نمبر: ۳۲۶۹ المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي الناشر : دار ابن كثير ، اليمامة – بيروت الطبعة الثالثة ، 1407 – 1987تحقيق : د. مصطفى ديب البغا أستاذ الحديث وعلومه في كلية الشريعة – جامعة دمشق عدد الأجزاء : 6 )

تطہیر کا حکم۔

اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جب اسلام کو تہذیبی اختلاط گوارہ نہیں تو مذہبی بنیادوں پر مذاکرات کی اجازت کیسے دی جاسکتی ہے، یہ تو اس سے بھی زیادہ حساس مسئلہ ہے۔

### سیاسی یا سماجی مسائل پر مذاکرات ہوسکتے ہیں

البتہ سیاسی یا سماجی بنیادوں پر مختلف اقوام و مذاہب اور جماعتوں کے درمیان مذاکرات ہوسکتے ہیں، اور کسی خاص معاہدہ پر اتفاق رائے بھی کیا جاسکتا ہے، خواہ دوسری جماعت سخت گیر اور متعصبانہ نظریات ہی کی حامل کیوں نہ ہو، بشرطیکہ مسلمانوں کا قومی تشخص اور ملی وقار مجروح نہ ہو، اور معاہد جماعت اس اتفاقی منشور میں ان سخت گیر، اور متعصبانہ نظریات کو خارج کرنے پر آمادہ ہو جو مسلمانوں کے مفادات سے متصادم ہوں، اور مشترکہ بنیادوں پر اتحاد کے لئے تیار ہو۔۔اس سلسلے میں یہ آیتِ کریمہ بنیاد بن سکتی ہے۔

قُلْ يَاأَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْاإِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَاوَبَيْنَكُمْالآيَة[27]

ترجمہ: "اے اہلِ کتاب آؤ ایک ایسی بنیاد پر جمع ہو جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے"۔

---

[27] ۔ آل عمران: ۶۴

اس آیتِ کریمہ میں یہودیوں کو ایک مشترکہ بنیاد پر مسلمانوں کے ساتھ جمع ہونے کی دعوت دی گئی ہے، گو کہ اس آیت میں اہل کتاب کی ترغیب کے لئے چند ایسی بنیادیں بھی ذکر کر دی گئی ہیں جو مذہبی طور پر دونوں میں پہلے سے مشترک ہیں۔۔۔۔یہود کے ساتھ اتحاد کی دعوت اس بات کی علامت ہے، سخت گیر اور متشدد جماعت کے ساتھ مشترکہ بنیادوں پر مذاکرہ و معاہدہ کی گنجائش ہے اس لئے کہ قرآن نے ہی یہود کی عداوت و شدت کا ذکر کر کے ان کی عصبیت و تنگ نظری پر دائمی مہر لگادی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا الآیۃ[28]

ترجمہ: "یقینا تم کو (عملی زندگی میں) مسلمانوں کے سب سے بد ترین دشمن یہود اور مشرکین ملیں گے"۔

لیکن اس کے باوجود مشترکہ بنیادوں پر ان کو متحد ہونے کی دعوت دی گئی، اس سے یہ اشارہ ملتا ہے، کہ اگر مسلمانوں پر ایسے حالات آئیں جن میں ملی مفادات کے تحفظ اور وسیع سطح پر امن عالم کے قیام کے لئے سخت گیر عناصر سے مشترکہ بنیادوں پر معاہدہ کی ضرورت پڑے تو اس کی گنجائش ہوگی، اور حالت مغلوبی میں اکثر اس قسم کے

---

[28] ۔ المائدۃ: ۸۲

مذاکرات اور معاہدات کی ضرورت پڑتی ہے۔

## عہدِ نبوی میں بین الاقوامی اتحاد کے نمونے

اس کی کئی عملی مثالیں خود رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں موجود ہیں:

### میثاق مدینہ میں یہود کی شمولیت

(۱) تاریخی طور پر اس سلسلے کا سب سے اہم اتحاد جس کو مذاکرات کے بعد خود رسول اللہ ﷺ نے قائم فرمایا وہ ہجرتِ مدینہ کے بعد مسلمانوں اور یہودیوں کا اتحاد ہے، اور اس کے لئے جو دستور مرتب کیا گیا اس میں اکثر ان بنیادوں کو جگہ دی گئی جن پر دونوں فریقوں کا اتفاق ممکن تھا، تاریخ الکامل، البدایۃ والنہایۃ، اور سیرت ابنِ ہشام وغیرہ میں یہ معاہدہ پوری تفصیل کے ساتھ درج ہے، یہاں بطورِ مثال صرف چند مشترکہ بنیادوں کا ذکر کیا جاتا ہے جن پر میثاق کی اساس تھی۔

☆ وان یہود بنی عوف امۃ مع المؤمنین

یہود اور مسلمانوں کا ایک اتحاد ہو گا۔

☆ و ان بینھم النصر علی من حارب ھذہ الصحیفۃ

جو شخص اس میثاق کی مخالفت کرے گا اس کے خلاف دونوں مل کر کاروائی کریں گے۔

☆ و ان بینھم النصح والنصیحۃ والبردون الاثم

ان کے درمیان باہم ہمدردی اور خیر خواہی اور نیکی کا رشتہ ہوگا کسی ظلم و گناہ کا نہیں۔

☆ و ان النصر للمظلوم

مظلوم کی مدد کی جائے گی۔

☆و ان بینھم النصر علی من دھم یثرب

مدینہ منورہ پر جو حملہ کرے گا اس کے خلاف دونوں مل کر کاروائی کریں گے۔

☆واذا دعوا الی صلح یصا لحونہ ویلبسو نہ فانھم یصالحونہ و یلبسونہ و انھم اذادعوا الی مثل ذلک فانہ لھم علی المؤمنین الامن حارب فی الدین ۔

اگر یہود کو کسی ایسے معاہدہ کی پیش کش کی جائے جس پر اتفاق ممکن ہو تو وہ اس پیش کش کو قبول کریں گے اور اس طرح کے معاہدات میں جو طے ہوگا وہ مسلمانوں پر بھی نافذ ہوگا۔ الا یہ کہ خلافِ دین کوئی چیز طے کر لی جائے (یعنی مشترکہ بنیاد کے بجائے کوئی امتیازی بنیاد اختیار کر لی جائے تو معاہدہ کا اطلاق اس پر نہیں ہوگا) وغیرہ تقریباً ۴۷ دفعات ہیں جن کا تذکرہ میثاق مدینہ میں کیا گیا ہے، [29]

---

[29] ۔ الروض الأنف ج ۲ ص ۳۴۵ المؤلف : أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد

البتہ اس اتحاد میں مسلمانوں کی حیثیت ایک بالا دست قوت کی تھی اور متعدد اختلافی معاملات میں اللہ اور رسول کے فیصلہ کو آخری فیصلہ قرار دیا گیا تھا، اس لئے کہ یہ اتحاد مَدنی دَور میں قائم کیا گیا تھا اور مَدنی دَور مسلمانوں کے غلبہ کا دَور ہے، لیکن فی الجملہ اس سے مشترکہ انسانی، سماجی اور سیاسی بنیادوں پر غیر مسلموں کے ساتھ مذاکرات اور اتحاد کا جواز ملتا ہے۔

## حلف الفضول

اسی قسم کا ایک بین القبائلی اتحاد (جس کو آج ہم بین الاقوامی یا بین المذاہبی اتحاد بھی کہہ سکتے ہیں، اس لئے کہ اس وقت ہر قبیلہ اپنے سیاسی اور اقتصادی معاملات میں خود مختار تھا، اور ہر ایک کے مذہبی تصورات دوسرے سے مختلف تھے) بعثتِ نبویؐ سے تقریباً بیس (۲۰) سال قبل جنگ فجار کے چار ماہ بعد مکہ میں ہوا تھا، جب حضور ﷺ کی عمرِ مبارک بیس (۲۰) سال تھی، آپؐ اس معاہدہ میں شعوری طور پر شریک تھے۔ اس کو “حلف

---

الله بن أحمد السهيلي (المتوفى : 581هـ)، السيرة النبوية ج ٢ ص ٣٢٢ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ)، السيرة النبوية ج ١ ص٥٠٣ المؤلف : أبو محمد عبد الملك بن هشام البصري (المتوفى : 213هـ)، عيون الأثرج ١ ص٢٦١ المؤلف : محمد بن عبد الله بن يحي بن سيد الناس (المتوفى : 734هـ)

الفضول" کہا جاتا ہے، ایک مخصوص واقعہ کے تناظر میں امن و سلامتی، انسانی ہمدردی، مظلوموں کی مدد، ظالموں کا مقابلہ اور اس جیسی بعض مشترکہ سماجی اور سیاسی مسائل پر بنو ہاشم، زہرہ، تیم بن مرة، وغیرہ قبائل کے درمیان یہ اتحاد قائم ہوا، جو تاریخ اسلامی میں کافی معروف ہے،[30]

ہمارے لئے زیرِ بحث مسئلہ میں اس اتحاد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد اصل اہمیت رکھتا ہے، جو حضرت طلحہ بن عبد اللہ بن عوفؓ سے مروی ہے۔

**لقد شهدت فى دار عبد الله بن جدعان حلفا ما أحب أن لى به حمر النعم ولو أدعى به فى الإسلام لأجبت »[31]**

---

[30] - تفصیل کے لئے دیکھا جائے البدایۃ والنہایۃ: ج ۲، ص ۳۵۵، باب شہود النبی ﷺ حلف الفضول، البدء والتاريخ ج ۱ ص ۲۲۶ المؤلف : المطهر بن طاهر المقدسي (المتوفى : نحو 355هـ) الكامل في التاريخ ج ۱ ص ۲۵۱ المؤلف : أبو الحسن علي بن أبي الكرم محمد بن محمد بن عبد الكريم بن عبد الواحد ، المعروف بابن الاثير (المتوفى : 630هـ)، الأوائل ج ۱ ص ۱۳ المؤلف : أبو هلال الحسن بن عبد الله بن سهل بن سعيد بن يحيى بن مهران العسكري (المتوفى : نحو 395هـ)

[31] - سنن البيهقي الكبرى ج ٦ص ٣٦٧ حديث نمبر : ١٢٨٥٩المؤلف : أحمد بن الحسين بن علي بن موسى أبو بكر البيهقي الناشر : مكتبة دار الباز – مكة المكرمة ، 1414 – 1994 تحقيق : محمد عبد القادر عطا عدد الأجزاء : 10، تهذيب الآثار (الجزء المفقود) ج ١ ص ١٧ أبو جعفر محمد بن جرير

ترجمہ: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں عبد اللہ بن جدعان کے مکان پر اس معاہدہ میں شریک تھا، یہ معاہدہ مجھے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ عزیز ہے، اگر مجھے آج عہدِ اسلامی میں بھی اس قسم کے کسی معاہدہ کی دعوت دی جائے تو میں اس کو قبول کروں گا۔

یہ عہدِ اسلامی سے قبل کا معاہدہ تھا اور ظاہر ہے کہ اس میں شریک قبائل مسلمان نہیں تھے، اور حضور ﷺ کا اس وقت نو عمری مگر مکمل شعور کا دور تھا، اس معاہدہ میں کسی معاہد فریق کی بالا دستی کا بھی سوال نہیں اٹھتا تھا، ایسے معاہدہ اور ایسے اتحاد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سرکارِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر اس قسم کے اتحاد کی دعوت مجھے آج بھی دی جائے تو میں بخوشی اس کو قبول کرنے کے لئے تیار ہوں۔

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ مسلمان ملی تشخص اور مفادات کے تحفظ کی شرط کے ساتھ قیام امن، بقائے باہم اور بدگمانیوں کے خاتمہ وغیرہ نیک مقاصد کے لئے دیگر اہل مذاہب سے مشترکہ بنیادوں پر (جن میں کوئی بات خلافِ شریعت نہ ہو) مذاکرات اور معاہدات کرسکتے ہیں بالخصوص اس

---

الطبري سنة الولادة 224 هـ / سنة الوفاة 310 هـ تحقيق علي رضا بن عبد الله بن علي رضا الناشر دار المأمون للتراث سنة النشر 1416هـ – 1995م مكان النشر دمشق / سوريا عدد الأجزاء 1 )

وقت جب مسلمان حالت مغلوبی میں ہوں، اور اس طرح کے معاہدات سے ان کو قومی تحفظ اور دعوت دین وغیرہ کے مواقع زیادہ فراہم ہوسکتے ہوں۔

## حلف خزاعہ کی تجدید

اسی طرح کا ایک معاہدہ عہدِ جاہلیت میں بنو عبد المطلب اور خزاعہ کے درمیان ہوا تھا، جس کو حلفِ خزاعہ کے نام سے جانا جاتا ہے، تاریخِ طبری اور بغدادی وغیرہ میں واقعہ کی پوری تفصیل موجود ہے، اس معاہدہ کی اساس باہم نصرت و محبت اور امن و سلامتی پر تھی، اس کی یہ دفعہ بطورِ خاص بہت اہم تھی۔

**وأن عبد المطلب وولده ومن معهم ورجال خزاعة متكافئون متظاهرون متعاونون، فعلى عبد المطلب النصرة لهم بمن تابعه على كل طالب، وعلى خزاعة النصرة لعبد المطلب وولده ومن معهم على جميع العرب في شرق أو غرب أو حزن أو سهل، وجعلوا الله على ذلك كفيلاً، وكفى بالله جميلاً** [32]

ترجمہ: ”عبد المطلب اور ان کی اولاد اور ان کے رفقاء اور قبیلہ خزاعہ کے لوگ باہم مساوی اور ایک دوسرے کے مددگار ہوں گے، عبد المطلب پر ان کی مدد ہر اس شخص کے مقابلے میں لازم ہوگی جن کے

---

[32] - المنمق في أخبار قريش ج ١ ص ٢١ المؤلف : أبو جعفر محمد بن حبيب بن أمية البغدادي (المتوفى : 245هـ)

لئے ان کو مدد کی ضرورت ہو اس طرح خزاعہ پر عبد المطلب اور ان کی اولاد اور رفقاء کی مدد لازم ہوگی پورے عرب کے مقابلے میں، خواہ وہ مشرق و مغرب میں سخت زمین یا نرم زمین کہیں بھی ہوں، اور اس پر اللہ کو کفیل بناتے ہیں اور اس سے بہتر کوئی ضمانت نہیں"۔

اس معاہدہ کا علم رسول اللہ ﷺ کو تھا، صلح حُدیبیہ کے موقعہ پر قبیلۂ خزاعہ کے لوگ خدمت نبویؐ میں حاضر ہوئے اور معاہدہ نامہ کی ایک کاپی حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کی، حضرت اُبَیَ بن کعبؓ نے اس کا مضمون پڑھ کر سنایا، حضور ﷺ نے فرمایا تمہارا یہ معاہدہ بر قرار رہے گا، اسلام عہدِ جاہلیت کے معاہدوں کو منسوخ نہیں کرتا، آپ نے اس معاہدہ کی تجدید فرمائی اور اس میں ایک دفعہ کا اضافہ فرمایا۔

ان لایعین ظالما وانما ینصر مظلوما

کہ ظالم کی کوئی مدد نہیں کی جائے گی بلکہ مدد صرف مظلوم کی جائے گی۔[33]

اہمیت محض معاہدہ کی نہیں ہے، عہدِ جاہلیت میں اس طرح کے قبائلی معاہدے ہوتے رہتے تھے، اہمیت اس کی ہے کہ حضور ﷺ نے نیک مقاصد پر مبنی اس معاہدہ کی توثیق فرمائی، آپؐ کی توثیق کے بعد یہ

---

[33] - تاریخِ طبری: ص ۱۰۸۴، الیعقوبی: ج ۱، ص ۲۷۸، ۲۷۹، بحوالہ الوثائق السیاسیۃ ڈاکٹر محمد حمید اللہ حیدرآبادیؒ: ص ۲۷۳- ۲۷۴)

شریعت کا حصہ بن گیا۔

## غیر مسلموں سے دفاعی اتحاد

حضور ﷺ نے بعض جنگی مواقع پر غیر مسلموں سے جو دفاعی اتحاد قائم فرمائے، مثلاً بنو قریظہ کے مقابلے میں یہود بنو قینقاع سے فوجی مدد لی، صفوان بن اُمیّہ نے حُنین وطائف میں مسلمانوں کے ساتھ ملکر جنگ کی جبکہ وہ مشرک تھا، اس کو بھی سیاسی مذاکرات کے لئے ایک نظیر بنایا جاسکتاہے، اگر چہ کہ بعض مواقع پر آپ نے مشرکین سے فوجی مدد لینے سے انکار بھی فرمایا ہے[34] آپ ﷺ کے ان دونوں طرح کے طرزِ عمل سے جمہورفقہاء نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ کفار سے فوجی اتحاد مشروط طور پر قائم کیا جاسکتا ہے، جس میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ مسلمانوں کا ملی وقار مجروح نہ ہو، تفصیلات کتب فقہ میں موجود ہیں، [35]۔

---

[34] ۔ السنن الکبری وفي ذیله الجوهر النقي ج۹ ص ۳۶حدیث نمبر:۱۸۳۳۴ المؤلف : أبو بكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي مؤلف الجوهر النقي: علاء الدين علي بن عثمان المارديني الشهير بابن التركماني المحقق : الناشر : مجلس دائرة المعارف النظامية الكائنة في الهند ببلدة حيدر آباد الطبعة : الطبعة : الأولى ــ 1344 هــ عدد الأجزاء : 10)

[35] ۔ شرح السیر: ج ۳، ص ۱۸۶، رد المحتار ج ۶، ص ۲۴۲، کتاب الام: ج ۴، ص ۸۹۔۹۰)

## اہل مذاہب کی قربت ممنوعہ موالات کے دائرے میں داخل نہ ہو

البتہ اس طرح کے مذاکرات میں اس امر کا بھی لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ سماجی یا سیاسی بنیادوں پر ہماری قربت ممنوعہ موالات کے دائرے میں داخل نہ ہو، اس لئے کہ پھر امت کی مذہبی اور تہذیبی زندگی کا سوال پیدا ہو جائے گا، یہ بحث بہت معروف ہے کہ اسلام میں غیر مسلموں سے گہرے دوستانہ تعلقات سے روکا گیا ہے، جس کو موالات کہتے ہیں، البتہ وہ غیر مسلم جو مسلمانوں سے صرف عقیدہ کا اختلاف رکھتے ہوں، حربی خیالات نہ رکھتے ہوں ان کے ساتھ محدود سماجی تعلقات اور خیر خواہانہ مراسم رکھنے کی اجازت دی گئی ہے، جس کو مداراۃ یا مواساۃ کہتے ہیں، قرآن کریم میں ان دونوں رخوں پر واضح ہدایات موجود ہیں:

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةًالآیۃ[36]

ترجمہ: ایمان والے مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں، جو ایسا کرے گا اس کا اللہ سے کچھ بھی تعلق نہ ہو گا، مگر یہ کہ تم ان سے بچاؤ چاہو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ

---

[36] - آل عمران: 28 )

[37]

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے باپ اور بھائیوں کو اگر وہ ایمان کے برخلاف کفر سے محبت رکھیں اپنا دوست نہ بناؤ اور تم میں سے جو لوگ ان سے دوستی رکھیں گے تو وہی حد سے گذرنے والے ہوں گے۔

ان آیات کو ان کے نزول کے پس منظر میں دیکھا جائے تو یہ حکم جنگ اور کشیدگی کے حالات کے لئے ہے، اور ان غیر مسلموں کے لئے ہے جو اسلام اور مسلمانوں سے مختلف محاذوں پر مصروف پیکار ہوں، قرآن کریم کی بعض آیات میں مخالف حالات اور دشمن کے سازشی منصوبوں سے بھی متنبہ کیا گیا ہے، مثلاً:

**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (51) فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَى أَنْ تُصِيبَنَا دَائِرَةٌ فَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِنْ عِنْدِهِ فَيُصْبِحُوا عَلَى مَا أَسَرُّوا فِي أَنْفُسِهِمْ نَادِمِينَ (52)**[38]

ترجمہ: اے ایمان والو! یہودیوں اور نصرانیوں کو رفیق نہ بناؤ، وہ آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، اور جو کوئی تم میں سے ان

---

[37] ۔ توبہ: ۲۳)

[38] ۔ مائدہ: 51،۵۲)

سے رفاقت کرے وہ انہی میں ہے، اللہ بے انصاف لوگوں کو راہ نہیں دیتا، اب تو ان کو دیکھتا ہے جن کے دل میں بیماری ہے، کہ وہ دوڑ کر ان سے جا ملتے ہیں کہتے ہیں ہم کو ڈر ہے کہ ہم پر کوئی گردش نہ آجائے، تو اللہ شاید جلد (مسلمانوں کی) فتح یا (ان کی کامیابی کی) کوئی اور بات اپنے پاس سے بھیجے تو پھر وہ اپنے دل کی چھپی بات پر پچھتانے لگیں، (ترجمہ علامہ سید سلیمان ندویؒ)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُوًا وَلَعِبًا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ أَوْلِيَاءَ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ [39]

ترجمہ: اے ایمان والو! اہلِ کتاب اور کفار میں سے ان کی جو تمہارے دین کو ہنسی مذاق بناتے ہیں اپنا رفیق نہ بناؤ اور خدا سے ڈرو اگر یقین رکھتے ہو۔

قرآن پاک میں اس طرح کی متعدد آیات موجود ہیں۔ جن میں غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کی نوعیت اور حدود پر روشنی ڈالی گئی ہے، ایک آیت اس سلسلے میں بہت ہی زیادہ واضح ہے۔

لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ

---

[39] - مائده :57)

**الْمُقْسِطِينَ (8) إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَى إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ** [40]

ترجمہ: خدا تم کو ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کرنے سے نہیں روکتا جو تم سے مذہب میں لڑائی نہیں کرتے، اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالتے ہیں، خدا انصاف والوں کو پیار کرتا ہے، وہ صرف ایسے لوگوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھنے سے منع کرتا ہے، جو تم سے تمہارے مذہب کے بارے میں جنگ کریں، اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالیں اور تمہارے نکالنے پر ایک دوسرے کے مدد گار ہوں ، جو ان سے دوستی کا دم بھریں گے وہی بے انصاف ہوں گے۔

مسلمانوں کے اس اخلاق اور رواداری کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہو گا، کہ باہمی عداوت میں کمی پیدا ہو گی، قرآن اس نتیجہ کی طرف اشارہ کرتا ہے:

**عَسَى اللَّهُ أَنْ يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ عَادَيْتُمْ مِنْهُمْ مَوَدَّةً وَاللَّهُ قَدِيرٌ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ** [41]

ترجمہ: اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اور تمہارے دشمنوں کے درمیان محبت پیدا کردے اور اللہ بڑی قدرت والا ہے۔ دیگر مذاہب کی

---

[40] ۔ الممتحنة : ۸، ۹)

[41] ۔ الممتحنة :۷)

## کتابوں کا حوالہ اور ان سے استفادہ

(۲) مختلف مذاہب کے درمیان بہت سی تعلیمات میں اشتراک پایا جاتا ہے، اصول سیاست، اصول اخلاق، سماجی قواعد بلکہ بہت سے مذہبی تصورات میں بھی ہم آہنگی پائی جاتی ہے، خاص طور پر آسمانی مذاہب میں اس طرح کی نظیریں بہت ملتی ہیں، مذاکرات کے درمیان کسی نقطۂ اتفاق تک پہونچنے، کسی مشترکہ کاز کو قوت پہونچانے کے لئے، یا اتمام حجت کے لئے دیگر مذاہب کی کتابوں کے حوالے دیئے جاسکتے ہیں اور ان سے محدود استفادہ بھی کیا جاسکتا ہے، اس میں کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ بعض دفعہ فریق ثانی کے لئے یہ زیادہ مؤثر اور قابل قبول ثابت ہوتا ہے، خود قرآن کریم نے مختلف مناسبتوں سے کئی مقامات پر دیگر مذاہب کی کتابوں اور ان کی تعلیمات کے حوالے دیئے ہیں، جن کا مقصد کہیں عقیدہ و نظریہ کی اصلاح ہے تو کہیں دیگر اہل مذاہب کے بعد کو کم کرنا ہے، مثلاً:

## قرآن کریم میں دیگر مذہبی کتابوں اور شخصیات کے حوالے

☆ قرآن مجید زمینی وراثت اور خلافت و حکومت کو صالحین کا حق قرار دیتا ہے، بدکرداری یا ظلم کے ساتھ زمین پر اچھی حکمرانی قائم نہیں ہوسکتی، قرآن نے یہ بات اہل کتاب کی مشہور کتابوں تورات اور زبور کے حوالے سے بیان کی ہے جو حضرت موسیٰؑ اور حضرت داؤدؑ پر نازل ہوئی تھیں، جب کہ یہ بات بغیر کسی حوالہ کے بھی کہی جاسکتی تھی، لیکن پھر یہ معنویت پیدا نہ ہوتی کہ یہ تمام مذاہب

کا مشترکہ نظریہ ہے، صرف قرآن کا نہیں:

**لَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ (105) إِنَّ فِي هَذَا لَبَلَاغًا لِقَوْمٍ عَابِدِينَ**[42]

ترجمہ: ہم نے زبور میں تورات کے بعد لکھ دیا ہے کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہونگے، بیشک اس میں نصیحت ہے عبادت گذار لوگوں کے لئے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ آیت کریمہ میں الذکر سے مراد تورات ہے ، بعض حضرات نے الزبور کو لغوی معنٰی میں لیتے ہوئے تمام سچی آسمانی کتابوں تورات، زبور، انجیل اور قرآن کو اس کا مصداق قرار دیا ہے،[43]

ایک وسرے مقام پر قرآن نے صرف حضرت موسیٰؑ کے حوالے سے یہ بات بیان کی ہے:

**قَالَ موسى لِقَوْمِهِ استعينوا بالله واصبروا إِنَّ الأرض لِلَّهِ**

---

[42] - **الانبياء: 106)**

[43] - شرح مشكل الآثار ج ۱۴ ص ۳۰۳ حدیث نمبر: ۵۶۳۳ المؤلف : أبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامة بن عبد الملك بن سلمة الأزدي الحجري المصري المعروف بالطحاوي (المتوفى : 321هـ) تحقيق : شعيب الأرنؤوط الناشر : مؤسسة الرسالة الطبعة : الأولى - 1415 هـ ، 1494 م عدد الأجزاء : 16 (15 وجزء للفهارس) ،الدر المنثور في التأويل بالمأثور ج ۷ ص ۱۱۰ المؤلف : عبد الرحمن بن أبو بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى : 911هـ)

يُورِثُهَا مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ [44] .

ترجمہ: حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم سے فرمایا اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو ، زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بنادیتا ہے۔

اس طرح قرآن پاک نے کئی مذہبی کتابوں اور شخصیات کے حوالے دے کر اس کو ایک متفقہ نظریہ قرار دیا۔۔۔۔

☆ رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت ایک واضح صداقت ہے، جس کے لئے بے شمار شواہد و براہین موجود ہیں، لیکن قرآن کریم نے اس کو ایک بین الاقوامی عقیدہ اور مذاہب عالم کے متفقہ نظریہ کے طور پر پیش کیا ہے، اس کے لئے قرآن نے مختلف مذہبی شخصیات اور کتابوں کے حوالے دیئے ہیں، اور یہ ثابت کیا ہے کہ تمام سابقہ رسولوں اور آسمانی مذاہب کو حضور ﷺ کی نبوت کبریٰ اور آخری زمانے میں آپ کی آمد کا علم تھا، اور اپنے اپنے دور میں انہوں نے اس حقیقت کا اعلان بھی کیا، دنیا کو بشارت بھی سنائی، اور آپ کا اجمالی یا تفصیلی تعارف بھی پیش کیا۔ [45]

---

[44] -[ الأعراف : ١٢٨ ]

[45] - تفسير القرآن العظيم ج ٨ ص ١١١ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي(المتوفى : 774هـ)المحقق : سامي بن محمد سلامة الناشر : دار طيبة للنشر والتوزيع الطبعة : الثانية 1420هـ - 1999 م عدد الأجزاء : 8)

چنانچہ اس بات سے حضور ﷺ کے زمانے کے انصاف پسند اور صاحب علم اہل کتاب بھی خوب واقف تھے، اور اہل مکہ میں ان پیشگوئیوں کی بازگشت موجود تھی، خود صحابہ میں کئی لوگ جو تورات وانجیل کے عالم تھے مثلاً حضرت عبداللہ بن سلامؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ وغیرہ وہ بھی اس حقیقت سے پوری طرح آگاہ تھے [46]

چنانچہ قرآن کریم میں حضرت عیسیؑ کے حوالے سے ارشاد ہے :

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُبِينٌ [47]

---

[46] - الجامع الصحيح المختصر ج ٢ ص ٧٤٧ حدىث نمبر :٢٠١٨ المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي الناشر : دار ابن كثير ، اليمامة – بيروت الطبعة الثالثة ، 1407 – 1987 تحقيق : د. مصطفى ديب البغا أستاذ الحديث وعلومه في كلية الشريعة – جامعة دمشق عدد الأجزاء : 6 مع الكتاب : تعليق د. مصطفى ديب البغا - مسند الإمام أحمد بن حنبل ج ٣٨ ص ۴٧٧ حدیث نمبر:٢٣۴٩٢ المؤلف : أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى : 241هـ) المحقق : شعيب الأرنؤوط – عادل مرشد ، وآخرون إشراف : د عبد الله بن عبد المحسن التركي الناشر : مؤسسة الرسالة الطبعة : الأولى ، 1421 هـ – 2001 م )

[47] - الصف :6)

ترجمہ: اور جب عیسیٰ بن مریم نے کہا: اے بنی اسرائیل! میں تمہارے پاس اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں، سابقہ کتاب تورات کی تصدیق کرتا ہوں، اور ایک ایسے رسول کی بشارت سناتا ہوں جو میرے بعد آئے گا، اس کا نام احمد ہوگا ، پھر جب ان کے پاس وہ رسول آ گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ کھلا ہوا جادو ہے۔

ایک دوسرے مقام پر تورات وانجیل کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کی صفات وخدمات پر اس طرح روشنی ڈالی گئی ہے۔

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ [48]

ترجمہ: جو لوگ رسول نبی امی کی اتباع کرتے ہیں وہ ان کو اپنے پاس تورات اور انجیل میں صاف تحریر شدہ پاتے ہیں، کہ وہ لوگوں کو بھلائیوں کا حکم دیں گے، برائیوں سے روکیں گے، پاک چیزوں کو حلال کریں گے، گندی چیزوں کو حرام قرار دیں گے، ان کے بوجھ اور سابقہ پابندیوں کو ختم کریں گے، پس جو لوگ ایمان لائیں، ان کی حمایت ونصرت کریں، اور ان پر نازل شدہ روشنی کی پیروی کریں، وہی لوگ کامیاب ہیں۔ بلکہ حضور ﷺ کے صحابہ کی صفات

---

[48] - الاعراف: 157)

وامتیازات کا تذکرہ بھی پچھلی کتابوں میں موجود ہے، علامہ ابن کثیرؒ نے امام مالک کے بلاغات کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب صحابہ نے شام کے علاقوں کو فتح کیا، اور نصرانیوں نے ان کی زیارت کی، تو بے ساختہ بول پڑے کہ یہ ہمارے حوارین سے بہتر لوگ ہیں، اس لئے کہ ان صحابہ کی صفات پچھلی کتابوں میں موجود تھیں، انہوں نے ان کو اسی آئینے میں دیکھا۔[49]

دیکھئے قرآن اس حوالے سے کہتا ہے:

**مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ**[50]

ترجمہ: محمد اللہ کے رسول ہیں اور آپ کے صحابہ کافروں پر سخت اور آپس میں نرم ہیں، آپ ان کو رکوع وسجدہ میں مصروف پائیں گے، وہ اللہ سے فضل اور رضا کے طلبگار رہتے ہیں، ان کے چہروں پر سجدہ کی نشانیاں چمک رہی ہیں، ان کی مثالیں تورات اور انجیل میں موجود ہیں۔

---

[49] - تفسير القرآن العظيم ج ٧ ص ٣٦٢المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ)المحقق : سامي بن محمد سلامة الناشر : دار طيبة للنشر والتوزيع الطبعة : الثانية 1420هـ - 1999 م عدد الأجزاء : 8 )

[50] - الفتح : ٢٩ )

اسی لئے اہل کتاب کی طرف روئے تخاطب کرکے بار بار کہا گیا کہ اگر تم قرآن پر نہیں، اپنی کتابوں پر بھی یقین رکھتے تم محمد مصطفےٰ ﷺ کی رسالت پر ضرور ایمان لے آتے، لیکن جب اہل تورات توارات کو اور اہل انجیل انجیل کو اپنی زندگی میں جاری نہ کرسکے تو ان کے عدل اور قبول حق کی کیا امید کی جاسکتی ہے:

وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ [51]

ترجمہ: چاہیے کہ اہل انجیل انجیل میں نازل شدہ حکم الٰہی کے مطابق فیصلہ کریں، جو اللہ کے نازل شدہ حکم کو فیصلہ کن نہیں مانتا وہ فاسق ہے ایک جگہ کہا گیا:

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَى شَيْءٍ حَتَّى تُقِيمُوا التَّوْرَاةَ وَالإِنْجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِنْ رَبِّكُمْ } الآية [52]

ترجمہ: آپ کہدیجئے: اے اہل کتاب تم کسی دین پر قائم نہیں جب تک کہ تم تورات وانجیل اور اپنے رب کے نازل کردہ احکام کو قائم نہ کرو۔

☆بلکہ قران کریم نے سابقہ کتابوں کے حوالے سے بعض تعلیمات کو مذہب اسلام کا حصہ بھی قرار دیا ہے، مثلاً تعزیرات اسلامی میں قانون قصاص

---

[51] ۔ المائدة: 47 (

[52] ۔ المائدة: 68

تورات کے حوالے سے لیا گیا ہے:

إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الآية --- (44) وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ [53]

ترجمہ: ہم نے تورات نازل کی، جس میں ہدایت و نور ہے، اس سے انبیاء فیصلے کرتے رہے ہیں۔۔۔۔اور ہم نے اس میں بنی اسرائیل پر فرض کیا کہ جان کا بدلہ جان، آنکھ کا بدلہ آنکھ، ناک کا بدلہ ناک، کان کا بدلہ کان، دانت کا بدلہ دانت، اور زخموں کا قصاص لیا جائے گا، جو صدقہ کرے اس کے لئے کفارہ ہو گا، اور جو اللہ کے نازل کردہ احکام پر عمل نہیں کرے گا وہ فاسق قرار پائے گا،

☆ قانون جزا و سزا میں انسان کی دینی جد وجہد اور جہاد فی سبیل اللہ وغیرہ کے بدلے خدا کی طرف سے وعدۂ جنت ہے، اس پر تورات، انجیل اور قرآن سب متفق ہیں، قرآن میں اس کا حوالہ دیا گیا ہے:

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا

---

[53] ۔ المائدۃ: 45 )

بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ[54]

ترجمہ: بے شک اللہ پاک نے مومنوں کی جان ومال کو جنت کے بدلے خرید لیا ہے، وہ اللہ کے راستے میں جہاد کریں، جان لیں اور جان دیں، یہ اللہ کا پختہ وعدہ ہے تورات، انجیل اور قرآن میں، جو اللہ کے ساتھ اپنے عہد کو پورا کرے گا تو اسے اس کے عہد کی بشارت ہے اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

☆ اسی طرح قانون جزا وسزا ہی کے تحت حضرت موسیٰؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے صحیفوں کے حوالے سے قرآن کریم نے ان شقوں کو جگہ دی ہے کہ:
☆ کسی کے جرم کا بار دوسرے پر نہیں ڈالا جائے گا ☆ انسان کو وہی ملے گا جو اس نے کیا ہے ☆ انسان کے آگے اس کا نتیجۂ عمل ضرور آئے گا، ☆ اور اس کے مطابق اس کو پورا پورا بدلہ ملے گا، وغیرہ:

أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَى (36) وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّى (37) أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى (38) وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى (39) وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَى (40) ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفَى (41)[55]

ترجمہ: کیا موسیٰ اور ابراہیم جنہوں نے اپنا عہد پورا کیا کے صحیفوں میں یہ خبر نہیں دی گئی کہ کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، اور انسان کو وہی ملے گا جو

---

[54] - التوبة :111)

[55] - النجم ؛٣٦تا٤١ )

اس نے کیا ہو گا، اور اپنے عمل کے نتیجے کو یقیناً دیکھے گا، پھر اس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

☆ قرآن کی سورۂ اعلیٰ میں خلقت انسانی کے مدارج و مصالح، قدرت خداوندی کے مظاہر، انسان کے نفع و ضرر کے اصول اور اس کی طبعی کمزوریوں کی نشاندہی وغیرہ مضامین بیان کئے گئے ہیں، پھر ان سب کو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کے صحیفوں کی طرف محول کر دیا گیا ہے، یہ بات خود سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمائی [56]

**إِنَّ هَذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَى (18) صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى (الاعلیٰ :19)**

ترجمہ: بلاشبہ یہ تمام مضامین سابقہ صحیفوں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کے صحیفوں میں موجود ہیں۔

یہ تو کلام الٰہی سے چند مثالیں پیش کی گئیں، اب کلام نبوت سے بھی چند نمونے ملاحظہ فرمائیں:

---

[56] ۔دیکھئے: سنن النسائي الكبرى ج ۶ ص ۵۱۳ حدیث نمبر: ۱۱۶۶۸ المؤلف : أحمد بن شعيب أبو عبد الرحمن النسائي الناشر : دار الكتب العلمية – بيروت الطبعة الأولى ، 1411 – 1991 تحقيق : د.عبد الغفار سليمان البنداري , سيد كسروي حسن عدد الأجزاء : 6 ):

## کلام نبوت میں دیگر مذہبی کتابوں کے حوالے

☆ زنا کی سزا میں اسلام کا جو قانون رجم ہے، یہ خود تورات میں موجود ہے، اس کا علم اس وقت ہوا جب نبی کریم ﷺ کی خدمت عالیہ میں یہود کی طرف سے ایک مقدمۂ زنا پیش ہوا اور آپ نے تورات کے حوالے سے قانون رجم کی بابت ان سے دریافت فرمایا، انہوں نے ازراہ شرارت توریت میں اس قانون کا انکار کیا، لیکن وہ اپنے اس انکار کو ثابت نہ کرسکے اور حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے ان کی علمی خیانت کا پردہ فاش کردیا، تفصیل کتب حدیث میں موجود ہے[57]

☆ ایک بار اہل کتاب کا ایک عالم دربار رسالت میں حاضر ہوا اور اپنی مذہبی کتابوں کی روشنی میں اس نے روز قیامت کی کچھ منظر کشی کی: کہ اللہ پاک ایک انگلی پر آسمانوں کو، ایک انگلی پر زمینوں کو، ایک انگلی پر درختوں کو، ایک انگلی پر پانی وغیرہ کو اور ایک انگلی پر ساری خلائق کو اٹھالے گا اور کہے گا کہ میں مالک ہوں، یہ سنکر حضور ﷺ اس قدر خوش ہوئے کہ آپ کے دندان مبارک

---

[57] - الجامع الصحيح المختصر ج ٣ ص ١٣٣٠ حديث نمبر :٣٤٣٦ المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي الناشر : دار ابن كثير ، اليمامة – بيروت الطبعة الثالثة ، 1407 – 1987 تحقيق : د. مصطفى ديب البغا أستاذ الحديث وعلومه في كلية الشريعة – جامعة دمشق عدد الأجزاء : 6 مع الكتاب : تعليق د. مصطفى ديب البغا )

نظر آنے لگے ،اس لئے کہ یہ اسلامی تعلیمات سے بہت ہم آہنگ تھی ،پھر آپؐ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

**وما قدروا الله حق قدره والأرض جميعا قبضته يوم القيامة والسماوات مطويات بيمينه سبحانه وتعالى عما يشركون** [58]

ترجمہ:انہوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جو اس کا حق تھا،اور ساری زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہونگے،اللہ کی ذات ان کی شرکیات سے پاک ہے،[59]

☆حضرت عقبیٰ بن عامرؓ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ قرآن میں تین سورتیں ایسی ہیں جو تورات وانجیل میں بھی موجود تھیں ، قل ھواللہ ،اور معوذتین ، حضور ﷺ نے روزانہ رات میں پڑھنے کی ان کو تلقین فرمائی [60]

---

[58] - **الزمر : ٦٧**

[59] -(**الجامع الصحيح المختصر** ج ۴ ص ۱۸۱۲ حدیث نمبر ۴۵۳۳ **المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي الناشر : دار ابن كثير ، اليمامة – بيروت الطبعة الثالثة ، 1407 – 1987 تحقيق : د. مصطفى ديب البغا أستاذ الحديث وعلومه في كلية الشريعة – جامعة دمشق عدد الأجزاء : 6 مع الكتاب : تعليق د. مصطفى ديب البغا** )

[60] - **مسند الإمام أحمد بن حنبل** ج ۴ ص ۱۴۸ حدیث نمبر : **۱۷۳۷۲ المؤلف : أحمد بن حنبل أبو عبدالله الشيباني الناشر : مؤسسة قرطبة – القاهرة عدد**

## کئی صحابہ تورات کے عالم تھے

☆صحابہ میں کئی حضرات تورات پڑھنا جانتے تھے اور وہ اس کا مطالعہ بھی کرتے تھے جس کی خبر حضور ﷺ کو تھی، لیکن آپ نے ان کو منع نہیں فرمایا، دراصل تہذیبی اختلاط اور مصدر قانون سمجھ لئے جانے کے اندیشہ سے آپؐ نے ابتدا میں دیگر مذہبی کتابوں کے مطالعہ سے سخت ممانعت فرمائی تھی ، لیکن جب لوگوں کے قلب میں راسخ ہو گیا کہ مصدر قانون صرف قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی شخصیت ہے تو محض علمی اضافہ یا اتمام حجت کے لئے ان کو گاہ بگاہ پڑھنے کی اجازت مرحمت فرمادی،

☆حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے تورات میں پڑھا کہ کھانے سے قبل ہاتھ دھونا سبب برکت ہے، میں نے اس کا تذکرہ سرکار دوعالم ﷺ سے کیا، تو آپؐ نے ارشاد فرمایا، کھانے سے قبل اور بعد دھونا سبب برکت ہے، [61]

---

الأجزاء : 6 الأحاديث مذيلة بأحكام شعيب الأرنؤوط عليها)

[61] - الجامع الصحيح سنن الترمذي ج ۴ ص ۲۸۱ حدیث نمبر:۱۸۴۶ المؤلف : محمد بن عيسى أبو عيسى الترمذي السلمي الناشر : دار إحياء التراث العربي – بيروت تحقيق : أحمد محمد شاكر وآخرون عدد الأجزاء : 5 الأحاديث مذيلة بأحكام الألباني عليها ، : سنن أبي داودج ۳ ص ۴۰۵ حدیث نمبر:۷۳۶۳ المؤلف : أبو داود سليمان بن الأشعث السجستاني الناشر : دار

☆حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بھی تورات کے بڑے عالم تھے ،اور اس کا مطالعہ کرتے تھے ،ایک دن انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کی ایک انگلی میں گھی اور دوسری میں شہد ہے اور وہ دونوں کو اپنی زبان سے چاٹ رہے ہیں، انہوں نے اس خواب کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ سے کیا، آپؐ نے فرمایا تم قرآن اور تورات دونوں کتابیں پڑھتے ہو، [62]

☆حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی اس صلاحیت کا علم دوسرے لوگوں کو بھی تھا، بعض حضرات تورات کے حوالے سے کچھ سمجھنا چاہتے تو ان سے رجوع کرتے تھے ،مثلاً مشہور تابعی حضرت عطا بن یسارؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے ملا اور عرض کیا کہ آپ نبی ﷺ کے شمائل تورات کے حوالے سے بیان فرمائیں ،چنانچہ انہوں نے بیان فرمائے، تفصیل کتب حدیث میں موجود ہے۔۔۔۔ [63]

---

الكتاب العربي ــ بيروت عدد الأجزاء : 4 مصدر الكتاب : وزرارة الأوقاف المصرية وأشاروا إلى جمعية المكنز الإسلامي [ ملاحظات بخصوص الكتاب ]

[62] - مسند الإمام أحمد بن حنبل ج ٢ ص ٢٢٢ حديث نمبر: ٢٠٦٧ المؤلف : أحمد بن حنبل أبو عبدالله الشيباني الناشر : مؤسسة قرطبة – القاهرة عدد الأجزاء : 6 الأحاديث مذيلة بأحكام شعيب الأرنؤوط عليه)

[63] - الجامع الصحيح المختصر ج ٢ ص ٧٤٧ حدىث نمبر :٢٠١٨ المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي الناشر : دار ابن كثير ،

بلکہ ان کی شہرت اس معاملے میں اتنی زیادہ تھی کہ بعض لوگوں کو مسئلہ کی تحقیق کے وقت یہ وضاحت کرنی پڑتی تھی کہ آپ مسموعات نبوی ﷺ کی روشنی میں مسئلہ بتائیں تورات کے حوالے سے نہیں، ابو سعد نے اسی طرح کا ایک واقعہ نقل کیا ہے جس میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث سنائی، مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں:

**عن أبي سعد قال جاء رجل إلى عبد الله بن عمرو فقال إنما أسألك عما سمعت من رسول الله صلى الله عليه و سلم ولا أسألك عن التوراة فقال سمعت رسول الله صلى الله عليه و سلم يقول : المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده تعليق شعيب الأرنؤوط : مرفوعه صحيح**[64]

---

اليمامة – بيروت الطبعة الثالثة ، 1407 – 1987 تحقيق : د. مصطفى ديب البغا أستاذ الحديث وعلومه في كلية الشريعة – جامعة دمشق عدد الأجزاء : 6 مع الكتاب : تعليق د. مصطفى ديب البغا)

[64] - مسند الإمام أحمد بن حنبل ج ٢ ص ٢٠٢ حديث نمبر : ٦٨٨٩ المؤلف : أحمد بن حنبل أبو عبدالله الشيباني الناشر : مؤسسة قرطبة – القاهرة عدد الأجزاء : 6 الأحاديث مذيلة بأحكام شعيب الأرنؤوط عليها)

☆ان کے علاوہ حضرت عبد اللہ بن سلام اور حضرت کعب احبار وغیرہ بھی توریت وانجیل کے علماء میں تھے، اور کئی مسائل پر ان کے درمیان مذاکرات بھی ہوتے تھے:

ایک بار حضرت ابوہریرہؓ نے نبی کریم ﷺ کے حوالے سے یہ حدیث سنائی کہ بنی اسرائیل کی ایک جماعت مفقود ہوگئی تھی، جس کا پتہ نہیں چل سکا، میری رائے میں یہ چوہے وہی مسخ شدہ جماعت ہے، کیونکہ یہ چوہے اونٹ کا دودھ نہیں پیتے، مگر بکری کا دودھ پیتے ہیں، حضرت کعبؒ یہ سن کر حیران رہ گئے اور بار بار دریافت کرتے رہے کہ کیا آپ نے نبی ﷺ سے یہ بات سنی ہے ؟میں نے کہا کہ ہاں !توکیامیں تورات پڑھتا ہوں ؟(کہ تورات کے حوالے سے بولوں گا) [65]

☆حضرت کعب احبارؒ بیان کرتے ہیں کہ تورات میں لکھا ہے کہ اللہ کے نبی حضرت داوٗدؑ نماز سے فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے تھے:

**اللهم أصلح لي ديني الذي جعلته لي عصمة وأصلح لي دنياي التي جعلت فيها معاشي اللهم إني أعوذ برضاك من سخطك**

---

[65] - الجامع الصحيح المختصر ج ٣ ص ١٢٠٣ حدیث نمبر :٣١٢٩ المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي الناشر : دار ابن كثير ، اليمامة – بيروت الطبعة الثالثة ، 1407 – 1987 تحقيق : د. مصطفى ديب البغا أستاذ الحديث وعلومه في كلية الشريعة – جامعة دمشق عدد الأجزاء : 6 مع الكتاب : تعليق د. مصطفى ديب البغا )

**وأعوذ بعفوك من نقمتك وأعوذ بك منك لا مانع لما أعطيت ولا معطي لما منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد۔**

اور پھر فرمایا کہ مجھ سے حضرت صہیب نے بیان فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کا بھی یہی معمول تھا[66]

☆ایک بار حضرت ابو ہریرہؓ نے فضائل جمعہ پر نبی کریم ﷺ کی تفصیلی حدیث سنائی، اس میں ایک جزویہ تھا کہ ہر جمعہ کو ایک ساعت ایسی آتی ہے جس میں ہر دعا قبول ہوتی ہے، حضرت کعب نے سنا تو کہا: یہ ساعت سال میں ایک بار آتی ہے، حضرت ابو ہریرہؓ نے پوری طاقت سے اس کو رد کیا اور کہا کہ ہر جمعہ کو یہ ساعت آتی ہے، حضرت کعب نے تورات دیکھی اور کہا کہ نبی ﷺ نے سچ فرمایا، حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میری ملاقات عبداللہ بن سلامؓ سے ہوئی تو میں نے کعب کے ساتھ اپنی نشست کا تذکرہ کیا، عبد اللہ بن سلام نے مجھ سے پوچھا کیا آپ کو معلوم ہے کہ جمعہ کے دن وہ ساعت کب آتی ہے؟ میں نے نفی میں جواب دیا، انہوں نے کہا: دن کے آخری وقت میں آتی ہے

---

[66] - المجتبى من السنن ج ٣ ص ٧٣ حدیث نمبر : ١٣٤٦ المؤلف : أحمد بن شعيب أبو عبد الرحمن النسائي(المتوفى : 303هـ) الناشر : مكتب المطبوعات الإسلامية – حلب الطبعة الثانية ، 1406 – 1986 تحقيق : عبدالفتاح أبو غدة عدد الأجزاء : 8 الأحاديث مذيلة بأحكام الألباني عليها

(

، میں نے کہا یہ کیونکر ممکن ہے، جبکہ رسول اللہ ﷺ نے اس وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے، عبداللہ بن سلامؓ نے کہا: کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ جو نماز کے انتظار میں بیٹھتا ہے وہ بھی نماز کے حکم میں ہے، میں نے کہا بے شک آپؐ نے فرمایا ہے[67]

اس طرح کے بڑے واقعات اور مثالیں ہیں جن میں حضور ﷺ اور صحابۂ کرام حسب موقعہ دیگر مذہبی کتابوں کے حوالے دیا کرتے تھے، اور اس کو معیوب نہیں جانتے تھے، اسی لئے بعد کے ادوار میں بھی متعدد علماء نے اپنی تفاسیر قرآن، تشریحات حدیث اور کتب سیرت میں بے تکلف دیگر مذاہب کی کتابوں کے حوالے استعمال کئے ہیں اور کم از کم فریق ثانی کو مطمئن کرنے کی حد تک ان سے استفادہ کیا ہے، وکفیٰ بہ حجۃ ۔

## خوشگوار تعلقات کے لئے غیر مسلموں کے مذہبی اعمال میں شرکت کرنا

(۳) غیر مسلموں سے مذاکرات یا خوشگوار تعلقات بنانے کے لئے ان کے مذہبی اعمال اور تقریبات میں شرکت کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ قرآن نے شدید لہجہ میں کہا ہے کہ کفر تم سے اس وقت راضی نہ ہو گا جب تک کہ

---

[67] - سنن أبي داود ج ۱ ص ۴۰۴ حدیث نمبر: ۱۰۴۸ المؤلف : أبو داود سليمان بن الأشعث السجستاني الناشر : دار الكتاب العربي ـ بيروت عدد الأجزاء : 4 مصدر الكتاب : وزارة الأوقاف المصرية وأشاروا إلى جمعية المكنز الإسلامي [ ملاحظات بخصوص الكتاب ] 1- موافق للمطبوع )

تم ان کی ملت کی اتباع نہ کرلو اور ان کے رنگ میں نہ رنگ جاؤ، اور یہ انسان کی ضلالت اور ایک مؤمن کے خسارہ کے سوا کچھ نہیں ہے:

وَلَنْ تَرْضَى عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَى حَتَّى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَى وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ[68]

ترجمہ: آپ سے یہود ونصاریٰ ہرگز راضی نہ ہونگے جب تک کہ آپ ان کی ملت کی اتباع نہ کرلیں، آپ فرمادیجئے کہ اللہ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے، اور اگر آپ علم آنے کے بعد ان کی خواہشات کی اتباع کریں گے تو اللہ سے کوئی آپ کو بچانے والا اور مددگار نہ ہوگا۔

یہ مسلمان کی تہذیبی شکست ہے کہ وہ غیر مسلموں کے مذہبی رسوم کی رونق میں اضافہ کرے، جبکہ ہمیں ان کی مشابہت سے بچنے بلکہ مخالفت کا حکم دیا گیا ہے، تفصیل گذر چکی ہے، قرآن نے صریح طور پر مقام زور پر جانے سے منع کیا ہے:

وَالَّذِينَ لا يَشْهَدُونَ الزُّورَ[69]

ترجمہ: یہ لوگ جھوٹ کی جگہوں پر حاضر نہیں ہوتے۔

حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ یہاں الزور سے مراد مشرکین

---

[68] ۔ المائدۃ :120)

[69] ۔الفرقان: ۷۲

کے مذہبی مواقع اور مقامات ہیں[70]

ابو العالیہ، طاؤس، محمد بن سیرین، ضحاک اور ربیع بن انس وغیرہ کی بھی یہی رائے ہے، بہت سے علماء نے تمام منکرات کے مقامات کو اس کا مصداق قرار دیا ہے[71]

حضرت عمرو بن مرۃ ”لا یشھدون الزور“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

لایمالؤن اھل الشرک علی شرکھم ولایخالطونھم[72]

ترجمہ: یعنی اہلِ شرک کے شرکیہ افعال کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور نہ ان کے ساتھ کسی مقام پر جمع ہوتے ہیں۔

حضرت عمر بن الخطابؓ غیر مسلموں کی مذہبی تقریبات میں شرکت سے سختی کے ساتھ منع فرماتے تھے، اور اس کو غضب الٰہی کا باعث قرار دیتے تھے:

وَلاَ تَدْخُلُوا عَلَى الْمُشْرِكِينَ فِي كَنَائِسِهِمْ يَوْمَ عِيدِهِمْ فَإِنَّ

---

[70] - الدر المنثور في التأويل بالمأثور ج ٧ ص ٣٧٧ المؤلف : عبد الرحمن بن أبو بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى : 911هـ)

[71] - تفسير القرآن العظيم ج ٦ ص ١٣٠ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ) المحقق : سامي بن محمد سلامة الناشر : دار طيبة للنشر والتوزيع الطبعة : الثانية 1420هـ - 1999 م عدد الأجزاء : 8 )

[72] - رواہ ابو الشیخ و سکت عنہ ابن تیمیہ، الاقتضاء:ص ١٨)

السُّخْطَةَ تَنْزِلُ عَلَيْهِمْ۰[73]

ترجمہ: مشرکین کے تہواروں میں ان کے عبادت خانوں میں داخل ہونے سے بچو، اس سے اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ : مَنْ بَنَى بِبِلاَدِ الأَعَاجِمِ وَصَنَعَ نَيْرُوزَهُمْ وَمِهْرَجَانَهُمْ وَتَشَبَّهَ بِهِمْ حَتَّى يَمُوتَ وَهُوَ كَذَلِكَ حُشِرَ مَعَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. قَالَ الشَّيْخُ الإِمَامُ رَحِمَهُ اللَّهُ قَالَ الشَّيْخُ أَبُو سُلَيْمَانَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَنَى هُوَ الصَّوَابُ.[74]

---

[73] -. السنن الكبرى وفي ذيله الجوهر النقي ج ۹ ص ۲۳۴ حدیث نمبر : **۱۹۳۳۳** المؤلف : أبو بكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي مؤلف الجوهر النقي: علاء الدين علي بن عثمان المارديني الشهير بابن التركماني المحقق : الناشر : مجلس دائرة المعارف النظامية الكائنة في الهند ببلدة حيدر آباد الطبعة : الطبعة : الأولى ــ **1344** هــ عدد الأجزاء : **10**) : مصنف عبد الرزاق ج ۱ ص ۴۱۱ حدیث نمبر: ۱۶۰۹ المؤلف : أبو بكر عبد الرزاق بن همام الصنعاني الناشر : المكتب الإسلامي – بيروت الطبعة الثانية ، **1403** تحقيق : حبيب الرحمن الأعظميعدد الأجزاء : **11**)

[74] -السنن الكبرى وفي ذيله الجوهر النقي ج ۹ ص ۲۳۴ حدیث نمبر : **۱۹۳۳۵** المؤلف : أبو بكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي مؤلف الجوهر النقي: علاء الدين علي بن عثمان المارديني الشهير بابن التركماني المحقق : الناشر : مجلس دائرة المعارف النظامية الكائنة في الهند ببلدة حيدر آباد الطبعة : الطبعة : الأولى ــ **1344** هــ عدد الأجزاء : **10**)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں :جو غیر مسلموں کے علاقے میں گھر بنائے اور ان کے تہواروں کی نقل اتارے، ان میں شریک ہو اور اسی حالت میں مر جائے، تو قیامت کے دن اس کا حشر انہی کے ساتھ کیا جائے گا۔

ابن القاسم سے سوال کیا گیا کہ جو کشتیاں غیر مسلموں کے مذہبی میلوں کی طرف جا رہی ہوں ان میں سوار ہونا کیسا ہے، انہوں نے جواب دیا کہ مکروہ ہے اس لئے کہ ان کے ساتھ اجتماع پر اللہ کے غضب کا اندیشہ ہے۔[75]

اس سلسلے میں بعض عمومی احادیث سے بھی استدلال کیا جاسکتا ہے، جن میں معصیت کی محفلوں میں شرکت کو باعثِ گناہ قرار دیا گیا ہے، مثلاً

(ا) حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کو ایک ولیمہ کی دعوت ملی اور وہ تشریف لے گئے، لیکن وہاں خرافات دیکھ کر واپس لوٹ گئے، لوگوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ نے ارشاد فرمایا:

"من كثر سواد قوم فهو منهم، ومن رضي عمل قوم كان

---

[75] ۔ الاقتضاء:ص ۱۱۱)

**شريكا في عمله" . "الديلمي عن ابن مسعود"**[76]

ترجمہ: جو کسی قوم کی تعداد میں اضافہ کرتا ہے اس کا شمار اسی قوم کے ساتھ ہوگا اور جو کسی قوم کے عمل سے راضی ہوگا وہ اس کے عمل میں شریک مانا جائے گا۔

☆ حضرت عائشہؓ کی ایک روایت آئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

**يغزو جيش الكعبة فإذا كانوا ببيداء من الأرض يخسف بأولهم وآخرهم ) . قالت قلت يا رسول الله كيف يخسف بأولهم وآخرهم وفيهم أسواقهم ومن ليس منهم ؟ . قال ( يخسف بأولهم وآخرهم ثم يبعثون على نياتهم**[77]

---

[76] ۔ المطالب العالية ج ٥ ص ١٨٢ حديث نمبر: ١٧٠٤ المؤلف : أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى : 852هـ) مصدر الكتاب : موقع جامع الحديث ،كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال ج ٩ ص ٢٢ حديث نمبر: ٢٤٧٣٥ المؤلف : علاء الدين علي بن حسام الدين المتقي الهندي البرهان فوري (المتوفى : 975هـ) المحقق : بكري حياني – صفوة السقا الناشر : مؤسسة الرسالة الطبعة : الطبعة الخامسة ،1401هـ/1981م )

[77] ۔ الجامع الصحيح المختصر ج ٢ ص ٧٤٦ حديث نمبر : ٢٠١٢ المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي الناشر : دار ابن كثير ، اليمامة

ترجمہ: ایک لشکر کعبہ کی طرف جنگ کے لئے نکلے گا، جب وہ مقامِ بیداء کے پاس پہونچے گا، تو اس کا اول و آخر سب زمین میں دھنسا دیئے جائیں گے؟ جبکہ ان کے بازار بھی ہوں گے، اور وہ لوگ بھی ہوں گے جو اس ارادہ سے ان لوگوں میں شامل نہ ہوں گے حضور ﷺ نے فرمایا سب دھنسا دیئے جائیں گے، البتہ قیامت کے دن اپنی نیتوں اور ارادوں کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔

البتہ امام احمد بن حنبلؒ نے کسی ضرورت یا تجارت کی غرض سے جانے کی جبکہ وہاں معصیت وغیرہ نہ ہو گنجائش دی ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے جامع خلال کے حوالہ سے لکھا ہے:

"کہ امام احمد سے شام میں غیر مسلموں کے بعض مذہبی تہوار مثلاً طور یا نور، اور دیر ابواب وغیرہ میں مسلمانوں کی شرکت کے بارے میں سوال کیا گیا کہ مسلمان وہاں خریداری وغیرہ کے لئے جائیں تو کیا حکم ہے؟ تو امام احمدؒ نے جواب دیا کہ صرف خریداری مقصد ہو ان کے عبادت خانوں میں داخل نہ ہوں تو حرج نہیں، امام احمد نے حضرت عمرؓ کے حوالہ سے بیان فرمایا کہ وہ تہوار کے موقعہ پر غیر مسلموں کے

---

– بيروت الطبعة الثالثة ، 1407 – 1987 تحقيق : د. مصطفى ديب البغا أستاذ الحديث وعلومه في كلية الشريعة – جامعة دمشق عدد الأجزاء : 6 )

عبادت خانوں میں جانے سے منع فرماتے تھے۔[78]

ان آثار و اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر مسلموں کے مذہبی اعمال یا میلوں میں ان کی رعایت و دلجوئی کی خاطر شرکت کرنا جائز نہیں ہے۔

## ہم آہنگی برقرار رکھنے کے لئے جائز اعمال کا ترک

(۴) قیام امن اور ہم آہنگی برقرار رکھنے کے لئے ایسے اعمال کا ترک جائز نہیں، جو شرعاً واجب نہیں ہیں، لیکن ان کا تعلق مذہب سے ہو، یا مسلمانوں کے قومی یا تہذیبی شعار کی حیثیت سے شہرت رکھتا ہو، اس میں وہ عمل بھی داخل ہے جو کہ مذہب کا حصہ نہیں ہے لیکن مسلمانوں کی متوارث تہذیب و ثقافت کی شناخت بن چکا ہو، اور اس کے ترک سے ترک شعائر کی طرح کفر اپنی بالا دستی اور خوشی محسوس کرتا ہو، اس لئے کہ: ☆ یہ کفر کی بالا دستی کو تسلیم کرنے کے مترادف ہے، اور مسلمان اپنی مرضی سے کفر کی بالا دستی قبول نہیں کر سکتے، قرآن کریم میں ہے:

لن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا[79]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہرگز کافروں کو مؤمنوں پر راہ نہیں دے گا۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[78] ۔اقتضاء الصراط المستقیم: ص ۱۳۰

[79] - سورۃ النساء : الآیۃ 141

( **الإسلام يعلو ولا يعلى**[80]

ترجمہ: اسلام بلند رہے گا، اس پر کسی کو بالا دستی حاصل نہیں ہو گی۔

☆ اسی طرح یہ اسلام میں مکمل داخلہ کے منافی ہے، اللہ پاک نے قرآن کریم میں کسی حلال چیز کو حرام کرنے سے منع فرمایا ہے، صاحب شریعت کے علاوہ کسی کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے، اپنی مرضی سے کسی جائز عمل کو ہمیشہ کے لئے ترک کر دینا یا اس کے ترک کی منظوری دینا بھی نتیجہ کے اعتبار سے تحریم حلال ہی کے زمرہ میں آتا ہے، اور قرآن نے اس کو بھی ممنوع قرار دیا ہے:

**يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ**[81]

ترجمہ: اے نبی! جس چیز کو اللہ پاک نے حلال کیا اسے آپ حرام کیوں کرتے ہیں۔

جب کہ حضور ﷺ نے کسی جائز چیز کی حرمت کا قانون نہیں بنایا تھا بلکہ صرف عملی طور پر بذات خود اس سے اجتناب کرنے کا ارادہ فرمایا تھا، مگر قرآن نے اس کو تحریم کے دائرے میں شامل کر کے اس سے ممانعت کر دی۔

---

[80] ۔ الجامع الصحيح المختصر ج ١ ص ۴۵۴ حدیث نمبر : ٧٨ المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي الناشر : دار ابن كثير ، اليمامة – بيروت الطبعة الثالثة ، 1407 – 1987 تحقيق : د. مصطفى ديب البغا أستاذ الحديث وعلومه في كلية الشريعة – جامعة دمشق عدد الأجزاء : 6)

[81] ۔ **التحريم** : ١

ایک جگہ ارشاد ہے:

**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ** [82]

ترجمہ: اے ایمان والو! ان پاک چیزوں کو حرام نہ کرو جن کو اللہ نے تمہارے لئے حلال کیا ہے اور حد سے تجاوز نہ کرو اللہ پاک حد سے آگے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتے۔

اس آیت کے پس منظر میں جو واقعہ نقل کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ ایک یا چند اشخاص نے ترک لحم، ترک نکاح، ترک نوم وغیرہ کا ارادہ کیا تھا، اور اس کو اپنی ذات تک ہی محدود رکھا تھا، نہ اس کی تشہیر کی تھی اور نہ دوسروں کو تشکیل ، لیکن قرآن نے اسے بھی تحریم حلال قرادیا اور اس طرح کے اقدامات پر ممانعت عائد کردی، [83]

دراصل کسی چیز کو جب انسان اپنے لئے حرام کرلیتا ہے، تو رفتہ رفتہ اس

---

[82] - المائدة :87

[83] - الجامع الصحيح المسمى صحيح مسلم ج ۴ ص ۱۲۹ حدیث نمبر: ۴۳۶۹ المؤلف : أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري المحقق : الناشر : دار الجيل بيروت + دار الأفاق الجديدة ـ بيروت الطبعة : عدد الأجزاء : ثمانية أحزاء في أربع مجلدات ، الدر المنثور في التأويل بالمأثور ج ۳ ص ۴۳۹ المؤلف : عبد الرحمن بن أبو بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى : 911هـ)

کی شناعت دل میں بسنے لگتی ہے، اور پھر اس سے متأثر ہو کر دوسرے لوگ یا کم از کم خود اس کی نسل اس شے کے ترک کو بہتر تصور کرنے لگتی ہے، جبکہ اللہ نے اس کو بہتر نہیں بتایا، اسی لئے قرآن نے اس کی جڑ کاٹ دی، اس لئے کہ جو چیز نتیجہ کے اعتبار سے مضرت رساں ہو شریعت میں وہ عمل اول مرحلے میں ہی ممنوع قرار پاتا ہے۔۔۔۔ باہمی ہم آہنگی کے لئے آج ایک جائز چیز کے ترک پر اتفاق رائے کر لیا جائے، یعنی جائز سمجھتے ہوئے اسے چھوڑ دیا جائے، لیکن آنے والی نسلیں اس عمل کو نظریہ بنالیں گی، اور اس کو واقعۃً ناجائز یا کم از کم ناپسندیدہ سمجھنے لگیں گی، یہ امت کا زبردست علمی اور قومی نقصان ہو گا، اور پھر اس کو جائز ثابت کرنے کے لئے مسلمانوں کو سخت جدوجہد کرنی ہو گی، بلاوجہ اس طرح کی آزمائش اپنے سر لینے کی کیا ضرورت ہے۔

مذکورہ بالا چیزیں (ترک لحم وغیرہ) گو کہ کسی خاص مذہب سے تعلق نہیں رکھتیں، لیکن بعض مذاہب میں یہ رہبانیت کی تہذیبی علامت سمجھی جاتی ہیں، اور کسی قوم کی تہذیبی شناخت عملی طور پر مذہبی شعار کے درجہ میں ہوتی ہے ، اسی لئے اسلام نے تشبہ سے جو ممانعت کی ہے اس میں مذہبی اور تہذیبی دونوں طرح کے امور داخل ہیں۔

☆ نیز اس سے تہذیبی موت کا اندیشہ ہے ، کیونکہ جب قوم کسی دوسری قوم کے لئے یکطرفہ طور پر اپنی تہذیب چھوڑ دیتی ہے، تو آہستہ آہستہ اس کی تہذیبی غیرت اور قومی حسیت کمزور ہونے لگتی ہے اور اس کا نتیجہ موت

ہے،۔۔۔

☆ پھر اس کی کیا ضمانت ہے کہ معاملہ ایک ہی چیز کے ترک تک محدود رہے گا اور آئندہ کسی دوسری چیز کے ترک کا مطالبہ سامنے نہیں آئے گا ؟۔۔۔۔ اس کے بعد کیا ہو گا ہر صاحب بصیرت اس کا اندازہ کر سکتا ہے،۔۔۔۔ اپنی چیزوں سے دستبردار ہونے والی قوم کبھی زندہ تصور نہیں کی جا سکتی،۔۔۔

☆ اسی لئے قرآن نے کفر سے اتفاق رائے یا ان سے بعض منافع کے حصول کے لئے یک طرفہ محبت کی پیشکش کو ممنوع قرار دیا ہے، کہ یہ کسی زندہ اور غیور قوم کے شایان شان نہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ[84]

ترجمہ: اے ایمان والو! میرے دشمن اور اپنے دشمن کو دوست نہ بناؤ، کہ ان کی طرف محبت کی پیشکش کرنے لگ جاؤ، جبکہ وہ تمہارے پاس موجود حقائق کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں۔

یہ آیت کریمہ جس پس منظر میں نازل ہوئی وہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کا واقعہ ہے، انہوں نے فتح مکہ کے موقعہ پر مکہ والوں کو قافلۂ اسلام کی پیش قدمی سے آگاہ کرنے کے لئے ایک خط بھیجا تھا، تاکہ وہاں موجود ان کے اہل وعیال قریش کی انتقامی کاروائیوں سے محفوظ رہیں، یہ سچے پکے مسلمان اور بدری

---

[84] ـ الممتحنة : ١

صحابی ہیں، خود قرآن نے ان کے ایمان کی شہادت دی ہے، ان کو رسول اللہ ﷺ کی کامیابی، کفار کی ذلت وشکست کا پورا یقین تھا، اور ان کے خط لکھنے کے پیش نظر ہرگز مسلمانوں کو نقصان پہونچانا نہیں بلکہ محض اپنے اہل وعیال کا محدود مفاد تھا، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس اطلاع کے باوجود کوئی طاقت ان کو ذلت آمیز شکست سے بچا نہیں سکتی، لیکن بظاہر یہ قومی غداری تھی، اور ایک زندہ اور غیور قوم اس طرح کی حرکتوں کو گوارا نہیں کرسکتی تھی، اس لئے اللہ پاک نے ان کو متنبہ فرمایا، مگر ان کے حسن نیت کی بنا پر حضور ﷺ نے ان کو معاف فرمادیا[85] ☆ دراصل جس تھوڑے سے نفع (ہم آہنگی، یا وقتی فتنہ وفساد سے تحفظ وغیرہ) کے لئے محبت کی قربانی دی جاتی ہے، اس کے نتائج کس قدر سنگین ہوسکتے ہیں، اور آئندہ قوم وملت کو اس سے کیا نقصانات پہونچ سکتے ہیں، وہ پیش نظر رہنا ضروری ہے، حکم ان نتائج کے اعتبار سے لگے گا، فقہی ضابطہ ہے:

**دفع المفاسد مقدم على جلب المصالح,**[86]

---

[85] -،(تفسير القرآن العظيم ج ٨ ص ٨٢ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ) المحقق : سامي بن محمد سلامة الناشر : دار طيبة للنشر والتوزيع الطبعة : الثانية 1420هـ - 1999 م عدد الأجزاء : 8)

[86] - البحر المحيط في أصول الفقهج۴ ص ١٩٩ المؤلف : بدر الدين محمد بن عبد الله بن بهادر الزركشي (المتوفى : 794هـ) المحقق : محمد محمد تامر الناشر : دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان الطبعة : الطبعة الأولى،

ترجمہ: مفاسد کو دور کرنا مصالح کے حصول سے مقدم ہے۔

اس مضمون کے متعدد فقہی ضابطے کتب اصول فقہ میں موجود ہیں۔

ان مباحث سے اس نتیجہ تک پہونچنے میں کوئی دشواری نہیں کہ مذاہب واقوام سے مذاکرات اور باہمی اتفاق رائے کے لئے کسی ایسے جائز عمل کے ترک پر معاہدہ نہیں کیا سکتا، جس کا تعلق مذہب سے ہو یا مسلمانوں کی متوارث تہذیب سے ،۔۔۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے امداد الفتاویٰ میں ذبیحۂ گاؤ سے دستبرداری کے معاملے پر متعدد علماء وفقہاء عصر کے جو مباحث پیش کئے ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد قریب کے تقریباً تمام علماء کی یہی رائے ہے کہ مذہبی اور تہذیبی شعائر میں حکم کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے، مذہب اور تہذیب وتمدن دو جداگانہ الفاظ ہیں لیکن دونوں کا نتیجہ ایک ہے ، الفاظ کا سہارا لیکر فرق کرنا محض کج بحثی ہے ، جس کی تھوڑی سی وضاحت یہ ہے کہ:

## ذبیحۂ گاؤ ایک تہذیبی اور قومی مسئلہ

گائے کا ذبیحہ اسلام میں واجب نہیں، جائز ہے، قرآن کریم اور احادیث

---

1421هـ / 2000م ، الإبهاج – السبكي ]ج ٣ ص ٦٥ الكتاب : الإبهاج في شرح المنهاج على منهاج الوصول إلى علم الأصول للبيضاوي المؤلف : علي بن عبد الكافي السبكي الناشر : دار الكتب العلمية – بيروت الطبعة الأولى ، 1404 تحقيق : جماعة من العلماء عدد الأجزاء : 3)

صحیحہ دونوں سے اس کا جواز ثابت ہے، قرآن میں حرام وحلال جانوروں کی تفصیلات کے لئے پوری سورۃ الانعام موجود ہے، اوراس میں اونٹ اور گائے کو بھی بالتصریح حلال جانوروں میں شمار کیا گیا ہے،

وَمِنَ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ[87]

قرآن نے ان دونوں جانوروں کا نام خاص طور پر اس لئے لیا کہ اونٹ یہود کے یہاں حرام تھا، اسی طرح بنی اسرائیل کے ایک طبقہ نے گائے کا مجسمہ بنا کر تعلیمات یہود سے الگ ہٹ کر اس کی پرستش شروع کردی تھی، اس طرح اس کے یک گونہ تقدس کا احساس لوگوں میں پیدا ہو گیا تھا، جس کا تذکرہ قرآن پاک[88] میں موجود ہے: مفسرین نے لکھا ہے کہ سامری نے گائے کے بچہ کا بت بنایا تھا[89] قرآن نے ان دونوں جانوروں کو حلال کر کے ان کی حرمت بھی ختم کی اور تقدس کا طلسم بھی چاک کر دیا۔

نیز احادیث سے بھی ذبیحۂ گاؤ کا جواز ملتا ہے، حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ:

نَحَرَ رَسُولُ اللَّهِ –صلى الله عليه وسلم– عَنْ نِسَائِهِ. وَفِي

---

[87] ۔ الانعام:۱۴۴)

[88] ۔ سورہ الاعراف: ۱۳۸)

[89] ۔ الدر المنثور في التأويل بالمأثور ج ۴ ص ۳۰۲ المؤلف : عبد الرحمن بن أبو بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى : 911هـ)

حَدِيثِ ابْنِ بَكْرٍ عَنْ عَائِشَةَ بَقَرَةً فِي حَجَّتِهِ.[90]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر ازواج مطہرات کی طرف سے اور بعض روایتوں کے مطابق حضرت عائشہؓ کی طرف سے گائے کی قربانی فرمائی۔

بلکہ عہد نبوت میں گائے کی قربانی کا عام رواج تھا، اور ایک گائے سات آدمی کی طرف سے کافی سمجھی جاتی تھی، حضرت جابر بن عبد اللہؓ ہی کی روایت ہے :

فَنَذْبَحُ الْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ نَشْتَرِكُ فِيهَا[91]

ترجمہ: کہ ہم سات آدمی طرف سے ایک گائے ذبح کرتے تھے۔

اس مضمون کی متعدد روایات و آثار کتب حدیث میں موجود ہیں، البتہ جس تناظر میں گائے کے ذبیحہ کی اجازت دی گئی جیسا کہ ابھی ذکر آیا، اس نے

---

[90] - الجامع الصحيح المسمى صحيح مسلم ج ۴ ص ۸۸ حدیث نمبر: ۳۲۵۴
المؤلف : أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري المحقق : الناشر : دار الجيل بيروت + دار الأفاق الجديدة ـ بيروت الطبعة : عدد الأجزاء : ثمانية أجزاء في أربع مجلدات )

[91] - الجامع الصحيح المسمى صحيح مسلم ج ۴ ص ۸۸ حدیث نمبر: ۳۲۵۲
المؤلف : أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري المحقق : الناشر : دار الجيل بيروت + دار الأفاق الجديدة ـ بيروت الطبعة : عدد الأجزاء : ثمانية أجزاء في أربع مجلدات )

اس کو شعار اسلامی میں تبدیل کر دیا، اور یہ مخصوص اسلامی تہذیب کا حصہ بن گیا ، چنانچہ حضور ﷺ نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا:

**من صلى صلاتنا واستقبل قبلتنا وأكل ذبيحتنا فذلك المسلم الذي له ذمة الله وذمة رسوله فلا تحقروا الله في ذمته**[92]

ترجمہ: جو ہماری نماز پڑھے، ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرے، اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو وہ مسلمان ہے اور اسے اللہ اور رسول کا ذمہ حاصل ہے، پس اس ذمہ کو نہ توڑو۔

شارحین حدیث نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے اکل ذبیحہ کو شعائر اسلام میں شمار کیا ہے کہ جس طرح عبادات میں ہر مذہب کا ایک شعار ہوتا ہے، اسی طرح اشیاء خوردونوش میں بھی ہر مذہب کا ایک خاص امتیاز ہوتا ہے، اور انہی امتیازات سے مذہب کو پہچانا جاتا ہے، مثلاً یہود مسلمانوں کا ذبیحہ (اونٹ، اور ہنود گائے) نہیں کھاتے، تو جب تک ان شعائر کو انسان دل سے قبول نہ کرلے اور ان کا عملی اظہار نہ کرے وہ مؤمن نہیں ہو سکتا اور نہ اسے اللہ اور رسول کا

---

[92] - الجامع الصحيح المختصر ج ١ ص ١٥٣ حدیث نمبر:۳۸۴ المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي الناشر : دار ابن كثير ، اليمامة – بيروت الطبعة الثالثة ، 1407 – 1987 تحقيق : د. مصطفى ديب البغا أستاذ الحديث وعلومه في كلية الشريعة – جامعة دمشق عدد الأجزاء : 6 مع الكتاب : تعليق د. مصطفى ديب البغا)

ذمہ حاصل ہو سکتا ہے،[93]

اسی لئے حضرت عبد اللہ بن سلامؓ وغیرہ چند اہل کتاب صحابہ نے اسلام لانے کے بعد احتیاطاً اونٹ کا گوشت نہ کھانے کا ارادہ کیا، کہ اسلام میں واجب نہیں، اور یہود میں حرام تھا، لیکن قرآن کریم میں اس پر تنبیہ کی گئی اور اس طرح کے مخلوط اسلام یا مخلوط تہذیب کو مسترد کر دیا گیا۔

امداد الفتاویٰ میں یہ بحث تقریباً ۲۱ صفحات میں ہے، اور حضرت تھانویؒ اور دیگر علماء نے پوری شدت کے ساتھ ذبیحۂ گاؤ یا کسی ایسے تہذیبی عمل سے دستبردار ہونے کی مخالفت کی ہے جو گو کہ مذہب میں واجب نہیں ہے لیکن شعائر اسلامی کا حصہ ہے، امداد الفتاویٰ میں جن اکابر علماء وفقہاء کے حوالے سے یہ رائے نقل کی گئی ہے، یا جنھوں نے اس پر دستخط کئے ہیں ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

☆حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ ☆حضرت مولانا عبدالحلیم لکھنویؒ ☆ حضرت مولانا عبدالوہاب لکھنویؒ ☆حضرت مولا نا ابوالغنا محمد عبدالمجید لکھنویؒ ☆ حضرت مولا نا اشرف علی تھانویؒ ☆حضرت مولانا ابوالانوار محمد عبدالغفار الحنفی النقشبندی الاعظمیؒ ☆ حضرت مولانا حبیب احمد الکیرانویؒ ☆حضرت مولانا انوارالحق امروہویؒ ☆حضرت مولانا ظفر احمد

---

[93] - عمدة القاري شرح صحيح البخاري ج ٦ ص ٣٣٥ المؤلف : بدر الدين أبو محمد محمود بن أحمد العيني (المتوفى : 855هـ)

تھانویؒ☆اور حضرت مولانا احمد حسن صاحبؒ، تلک عشرة کاملہ۔ [94] اور اس رائے کے خلاف کسی کی رائے معلوم نہیں ہے، اس طرح گویا اس پر ایک عصر کے علماء کا اتفاق ہو چکا ہے۔

## نظریات باطلہ پر تنقید کے حدود

(۵) اسلام ایک سچا مذہب ہے، جس نے حق کو کھول کھول کر بیان کیا ہے اور یہ بھی درست ہے کہ اس نے جھوٹے عقائد اور باطل نظریات کا طلسم بھی چاک کیا ہے، یہاں نفی اور اثبات دونوں ہیں، امر بالمعروف کی طرح نہی عن المنکر بھی ایک اہم ترین فریضہ ہے، اس لحاظ سے باطل افکار و نظریات کے خلاف تنقید کرنے میں مضائقہ نہیں، بلکہ بعض اوقات اس کے بغیر کام ہی نہیں چلتا، اگر سوال کا جواب نہ دیا جائے تو یہ ایک طرح کی شکست سمجھی جاتی ہے، تنقید وتردید نظریاتی جنگ کا لازمی حصہ ہے، اور ہتھیار کی جنگ سے زیادہ اس کی اہمیت ہے، یہ جسموں پر نہیں دلوں اور دماغوں پر یلغار کرتی ہے، یہ قریب سے نہیں دور سے وار کرتی ہے، اور یہاں فتح وشکست آج نہیں کل کے لئے ہوتی ہے، ایسے ہی موقعہ پر قرآن نے جدال کی اجازت دی ہے:

**وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ** [95]

ترجمہ: ان کے ساتھ بہتر طریق سے جدال کرو۔

---

[94] - امداد الفتاویٰ ج۳ ص۵۷۵ تا۵۹۶ مطبوعہ ادارہ تالیفات اولیاء دیوبند

[95] - النحل : ۱۲۵

☆اس کی ایک بہترین مثال عہد نبوت میں معرکۂ احد میں دیکھنے میں آئی، مسلمانوں اور کافروں کے درمیان ہتھیار کی جنگ کے بعد تھوڑی دیر کے لئے زبانی جنگ ہوئی، جس میں مسلمانوں کی طرف سے حضرت عمر بن الخطابؓ نے ابوسفیان (جو اس جنگ میں کافروں کے نمائندہ تھے) کے سوالوں کے مسکت جوابات دیئے، اور خود سرِ دوعالم ﷺ نے حضرت عمرؓ کو جوابات تلقین فرمائے، کتب حدیث وسیر میں یہ واقعہ معروف ہے [96]

☆اسی طرح ایک بار نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد مدینہ منورہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے حضرت عیسیٰؑ کی الوہیت اور ابنیت پر مباحثہ کیا، آپؐ نے ان کو اطمینان بخش جوابات دیئے، انہوں نے مسجد نبوی میں اپنے مذہب کے مطابق الٹی سمت نماز پڑھی، صحابہ نے روکنا چاہا مگر آپ نے روکنے سے منع فرمایا، جس کا تذکرہ کتب سیر وغیرہ میں تفصیلاً موجود

---

[96] - الجامع الصحيح المختصر ج ۴ص۱۴۸۶احدیث نمبر: ۳۸۱۷ المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي الناشر : دار ابن كثير ، اليمامة – بيروت الطبعة الثالثة ، 1407 – 1987 تحقيق : د. مصطفى ديب البغا أستاذ الحديث وعلومه في كلية الشريعة – جامعة دمشق عدد الأجزاء : 6 مع الكتاب : تعليق د. مصطفى ديب البغا ، السيرة النبوية ج ۳ ص ۴۷ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774ھـ)

ہے[97]

ان دونوں مواقع پر نبی کریم ﷺ نے جس صبر وسکون، متانت وسنجیدگی اور حسن اخلاق کا مظاہرہ فرمایا، اور مسلمانوں کو بھی اس کی تلقین فرمائی، وہ تنقید ومناظرہ کے لئے مثالی لائحۂ عمل ہے، حضور ﷺ کے طرز عمل، معاملہ کی فہم اور جواب کے لئے الفاظ اور جملوں کے انتخاب سے تنقید کے حدود وآداب پر روشنی پڑتی ہے، اسی چیز کو قرآن مجادلۂ احسن کہتا ہے۔ تنقید کے وہ نکات جو طرز نبوت سے مستفاد ہیں، یہ ہیں؛

☆بحث میں اصل نکتہ سے انحراف نہ کیا جائے۔

☆کسی کی ذاتیات پر حملہ نہ کیا جائے۔

☆جبر کا طریق اور جارحانہ رویہ اختیار نہ کیا جائے۔

☆لب ولہجہ میں متانت وشائستگی کا لحاظ رکھا جائے، اور طعن وتشنیع سے گریز کیا جائے۔

☆جواب برائے جواب میں بھی کوئی غیر حقیقی بات زبان سے نہ نکالی جائے۔

---

[97] - الروض الأنف ج٣ ص ٣ ، ١٦، المؤلف : أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد السهيلي (المتوفى : 581هـ)، شرح المواہب: ۴/ ۴۳) السيرة النبوية ج ١ ص ٥٧٨ المؤلف : أبو محمد عبد الملك بن هشام البصري (المتوفى : 213هـ)

☆فریق مخالف کی اشتعال انگیز کارروائی کے باوجود تحمل اختیار کیا جائے

☆فریق مخالف کی شخصیات اور مذہبی جذبات وتصورات کا ہر ممکن احترام کیا جائے۔

☆ نظریاتی اختلاف ذاتی مراسم اور باہمی تعلقات پر اثر انداز نہ ہو اور ہر طرح حسن اخلاق اور بشاشت کا مظاہرہ کیا جائے وغیرہ۔

اگر تنقیدات میں ان حدود کی رعایت نہ برتی جائے، تو وہ تنقید نہیں نزاع، اور بحث نہیں سب وشتم بن جائے گی، جس سے قرآن کریم نے حکمت آمیز لہجے میں منع کیا ہے، کہ اس سے کوئی نفع ہونے کے بجائے منفی رد عمل پیدا ہوتا ہے، اور بسا اوقات انسان اس نفسیات سے اس درجہ مغلوب ہو جاتا ہے کہ وہ خود بھی نہیں جانتا کہ اس کا تیر ہدف کن کن لوگوں کو شکار کر رہا ہے، علامہ آلوسیؒ نے لکھا ہے کہ میں نے بہت مرتبہ شیعہ سنی کی بحث میں جاہل سنیوں کو دیکھا ہے کہ جب شیعہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں تو جاہل سنی ان کے جواب میں حضرت علیؓ کے لئے نازیبا کلمات استعمال کرنے لگتے ہیں، (معاذ اللہ)[98]

یہ مذہبی مباحثات کی جھوٹی نفسیات ہیں جو تنقید وبحث کے حدود وآداب

---

[98] - روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني ج ۵ ص ۴۷۳
المؤلف : شهاب الدين محمود بن عبد الله الحسيني الألوسي (المتوفى : 1270هـ)

سے ناواقفیت کی بناپر پیدا ہوتی ہیں، اسی لئے قرآن نے اس طرح کی تنقیدوں پر روک لگائی، اور کہا کہ جو لوگ دیگر اقوام کے مذہبی جذبات کا احترام نہیں کرتے ، رد عمل کی بنیاد پر اسلامی شخصیات یا عقائد کے خلاف فریق مخالف کی جانب سے جو بھی منفی کاروائیاں ہوں گی یہ لوگ اس کے ذمہ دار قرار پائیں گے، اس لئے کہ ہم جس چیز کو غلط سمجھتے ہیں ضروری نہیں کہ دوسرے بھی اسے غلط سمجھیں، ایسے لوگوں کے لئے معارضانہ طریق کے بجائے داعیانہ طریق زیادہ مؤثر ثابت ہوتا ہے:

**وَلا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذَلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَى رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ** [99]

ترجمہ: اللہ کے سوا جن معبودوں کو یہ پکارتے ہیں، ان کو گالیاں نہ دو کہ وہ بھی اللہ کو زیادتی کرتے ہوئے جہالت کی بنیاد پر گالیاں دینے لگیں، اسی طرح ہر جماعت کے لئے ان کے اعمال کو ہم نے خوبصورت بنادیا ہے، آخر ان کو اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے، پھر اللہ ان کو بتائے گا جو یہ کرتے تھے۔

اس آیت کے پس منظر کے بارے میں مفسرین نے حضرت قتادہؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ مسلمان بتوں کو گالیاں دیتے تھے، جواب میں کافر اللہ پاک کو گالیاں دیتے ، اللہ پاک نے مسلمانوں کو متنبہ کیا کہ اس طرح اللہ کو

---

[99] - الانعام :108)

گالیاں سنوانے والے خود تم ہو، ایک روایت حضرت ابن عباسؓ سے نقل کی گئی ہے کہ کفار نے حضور ﷺ سے کہا کہ آپ ہمارے بتوں کو برا بھلا کہنے سے باز آجائیں ورنہ ہم آپ کے اللہ کو برا بھلا کہیں گے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی[100]

اس طرح کے مواقع پر جو نتائج سامنے آتے ہیں اس کی ذمہ داری خود مسلمانوں پر بھی عائد ہوتی ہے،

☆اسی طرح کے حساس معاملے کی ایک مثال حدیث پاک میں آئی ہے، جس سے زیر بحث مسئلہ پر بھی روشنی پڑتی ہے، حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ:

**قال رسول الله صلى الله عليه و سلم ( إن من أكبر الكبائر أن يلعن الرجل والديه ) . قيل يا رسول الله وكيف يلعن الرجل والديه ؟ قال ( يسب الرجل أبا الرجل فيسب أباه ويسب أمه فيسب أمه**[101]

---

[100] - تفسير القرآن العظيم ج ٣ ص ٣١٥ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ) المحقق : سامي بن محمد سلامة الناشر : دار طيبة للنشر والتوزيع الطبعة : الثانية 1420هـ - 1999 م عدد الأجزاء : 8، الدر المنثور في التأويل بالمأثور ج ۴ ص ۱۱۵ المؤلف : عبد الرحمن بن أبو بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى : 911هـ)

[101] - الجامع الصحيح المختصر ج ٥ ص ٢٢٢٨ حديث نمبر:٥٦٢٨ المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي الناشر : دار ابن كثير ، اليمامة

ترجمہ: رسول للہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بدترین گناہوں میں سے یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین کو گالیاں دے، لوگوں نے عرض کیا کہ آدمی اپنے والدین کو گالیاں کیسے دے گا؟ آپ نے ارشاد فرمایا، وہ اس طرح کہ آدمی دوسرے شخص کے باپ یا ماں کو گالی دے گا تو جواب میں دوسرا شخص بھی اس کے باپ یا ماں کو گالی دے گا۔

قرآن کے مطابق تنقید میں منفی طریق کار اختیار کرنا خود اسلام اور ملت اسلامیہ کو بالواسطہ نقصان پہونچانے کے مترادف ہے، علماء اور مفسرین نے لکھاہے کہ قرآن کریم کی یہ نص محکم ہے اور ملت اسلامیہ کے لئے یہ حکم آج بھی بدستور باقی ہے:

**وحكْمُها على كلِّ حال باقٍ في الأمة ، فلا يحلُّ لمسلمٍ أنْ يتعرَّض إلى ما يؤدِّي إلى سبِّ الإسلام أو النبيِّ صلى الله عليه وسلم ، أو اللَّه عزَّ وجلَّ ، وعبَّر عن الأصنامِ بالذين ، وهي لا تَعْقِلُ ، وذلك على معتقدِ الكَفَرة فيها**[102]

---

– بيروت الطبعة الثالثة ، 1407 – 1987تحقيق : د. مصطفى ديب البغا أستاذ الحديث وعلومه في كلية الشريعة – جامعة دمشق عدد الأجزاء : 6 مع الكتاب : تعليق د. مصطفى ديب البغا )

[102] - الجواهر الحسان في تفسير القرآن ج۱ ص ۴۹۴ المؤلف : أبو زيد عبد الرحمن بن محمد بن مخلوف الثعالبي (المتوفى : 875هـ، الجامع لأحكام

کسی مذہب میں موجود حقائق کو نقل کرنا برا نہیں ہے، بلکہ تحقیر آمیز انداز میں بیان کرنا برا ہے[103]

اسی آیت سے سد ذرائع کا اصول نکلا ہے، یعنی جو چیز سبب معصیت بنے وہ بھی معصیت ہے گو کہ فی الواقع وہ معصیت نہ ہو بلکہ کار طاعت ہو، البتہ ابن العربي وغیرہ کئی علماء نے صراحت کی ہے کہ یہ حکم صرف مباحات کے لئے ہے، مثلاً معبودان باطل پر تنقید کرنا واجب نہیں ہے، جائز ہے اور باعث ثواب ہے، لیکن اگر اس سے ضرر کا اندیشہ ہو تو یہ کار خیر ملتوی رکھا جائے گا، لیکن اگر کسی فرض کی انجام دہی میں کوئی فتنہ پیدا ہو تو فتنہ کے خوف سے فرض کو ترک نہیں کیا جائے گا۔[104]

---

القرآن ج ٧ ص ٦١ المؤلف : أبو عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بكر بن فرح الأنصاري الخزرجي شمس الدين القرطبي (المتوفى : 671هـ)المحقق : هشام سمير البخاري الناشر : دار عالم الكتب، الرياض، المملكة العربية السعودية، الطبعة : 1423هـ/ 2003م)

[103] - روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني ج 5 ص ٤٧٥ المؤلف : شهاب الدين محمود بن عبد الله الحسيني الألوسي (المتوفى : 1270هـ)

[104] - حوالہ بالا، إرشاد العقل السليم إلى مزايا الكتاب الكريم ج٢ ٣١٣ المؤلف : أبو السعود العمادي محمد بن محمد بن مصطفى (المتوفى : 982هـ)، أحكام القرآن ج ٢ ص ٢٢٦ المؤلف : القاضي محمد بن عبد الله أبو بكر بن العربي

## مشترکہ سماجی مسائل پر دیگر اہل مذاہب کے ساتھ اشتراک

(٦) مشترکہ سماجی مسائل جیسے غربت، کرپشن، بے حیائی، عورتوں، مزدوروں اور عمردراز لوگوں کے ساتھ زیادتی وغیرہ پر دیگر اہل مذاہب کے ساتھ مذاکرات میں اشتراک درست ہے، اوران چیزوں کے خاتمہ یا اصلاح کے لئے مشترکہ جدوجہد کی جاسکتی ہے، عہد نبوت میں اس کی بہترین مثالیں حلف الفضول، تجدید حلف خزاعہ اور میثاق مدینہ وغیرہ موجود ہیں، جن میں مختلف اقوام اور قبائل نے چند مشترکہ سماجی اور سیاسی مسائل پر معاہدے کئے تھے، ان میں غریبوں اور مظلوموں کی مدد، ظالموں کا مقابلہ اور برائیوں کا خاتمہ وغیرہ جیسے مسائل بھی شامل تھے، [105] گذشتہ صفحات میں اس پر تفصیل سے گفتگو آچکی ہے

---

المعافري الاشبيلي المالكي (المتوفى : 543هـ)المحقق : علي محمد البجاوي الناشر : دار إحياء التراث العربي بيروت – لبنان الطبعة : الطبعة الأولى ،الجامع لأحكام القرآن ج ٧ ص ٦١ المؤلف : أبو عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بكر بن فرح الأنصاري الخزرجي شمس الدين القرطبي (المتوفى : 671هـ)المحقق : هشام سمير البخاري الناشر : دار عالم الكتب، الرياض، المملكة العربية السعودية الطبعة : 1423هـ/ 2003م )

[105] -(سنن البيهقي الكبرى ج ٦ ص ٣٦٧ حديث نمبر : ١٢٨٥٩ المؤلف : أحمد بن الحسين بن علي بن موسى أبو بكر البيهقي الناشر : مكتبة دار الباز – مكة المكرمة ، 1414 – 1994 تحقيق : محمد عبد القادر عطا عدد الأجزاء : 10، تهذيب الآثار (الجزء المفقود) ج ١ ص ١٧ أبو جعفر محمد بن جرير

## دیگر اہل مذاہب کے ساتھ سیاسی اشتراک

( ۷ )جمہوری ممالک میں سیاسی حصہ داری کی بڑی اہمیت ہے، اگر مسلمان اس میں اپنا کردار ادا نہ کریں تو کئی محاذوں پر وہ برادران وطن سے بہت پیچھے رہ جائیں گے، اور جس ملک میں مختلف قومیتوں کے لوگ رہتے ہوں وہاں کسی ایک قوم کا تنہا اپنے بل بوتے سیاسی استحکام حاصل کرنا آسان نہیں ہے، ایسے حالات میں دیگر اہل مذاہب کی سیاسی جماعتوں سے اشتراک عمل کیا جاسکتا ہے ، بشرطیکہ مسلمان مشترکہ بنیادوں پر مساوی حیثیت سے اس میں شریک ہوں اوران کا قومی اور ملی وقار مجروح نہ ہو، اگر ملک میں مختلف سیاسی جماعتیں ہوں تو ترجیح ان جماعتوں کو دی جانی چاہیے جو اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے معتدل اور روادانہ خیالات کی حامل ہوں ، اور اسلامی عقائد و نظریات سے ان کے خیالات متصادم نہ ہوں، ان کے مقابلے میں ایسی جماعت کے ساتھ اتحاد کرنا ہرگز جائز نہ ہوگا جو اسلام اور مسلمانوں کے بارے سخت گیر اور متشددانہ نظریات رکھتی ہو ، البتہ سخت جماعت اگر اپنے سیاسی منشور سے مسلمانوں سے متصادم نظریات خارج کرنے اور صرف مشترکہ مسائل پر اتحاد کے لئے آمادہ ہو اور ملک

---

الطبري سنة الولادة 224 هـ / سنة الوفاة 310 هـ تحقيق علي رضا بن عبد الله بن علي رضا الناشر دار المأمون للتراث سنة النشر 1416هـ – 1995م مكان النشر دمشق / سوريا عدد الأجزاء 1 )

میں کوئی نسبتاً اعتدال پسند جماعت موجود نہ ہو اور اس کے ساتھ اشتراک کئے بغیر مسلمانوں کے سیاسی یا سماجی استحکام کی کوئی صورت موجود نہ ہو، مسلمانوں کا اس کے ساتھ اشتراک بحیثیت مذہب اس کے فروغ کا باعث نہ بنے، نیز مسلمانوں کے قومی اور ملی وقار پر کوئی آنچ نہ آئے تو ایسی جماعت سے بھی سیاسی تعاون عمل کی بدرجۂ مجبوری گنجائش ہوگی، اس کا مأخذ وہ آیت کریمہ ہے جس میں اہل کتاب کو مشترکہ بنیادوں پر اتحاد کی دعوت دی گئی ہے:

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ الآية[106]

ترجمہ: "اے اہلِ کتاب آؤ ایک ایسی بنیاد پر جمع ہو جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے"۔

جبکہ ان میں یہود بھی تھے، اور یہود کی اسلام دشمنی پر خود قرآن نے مہر لگادی ہے:

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا الآية[107]

ترجمہ: "یقیناً تم کو (عملی زندگی میں) مسلمانوں کے سب سے بد ترین دشمن یہود اور مشرکین ملیں گے"۔

---

[106] ۔ آل عمران: ۶۴

[107] ۔ المائدة: ۸۲)

اس کے باوجود خود نبی کریم ﷺ نے ان کو میثاق مدینہ میں شامل فرمایا، گوکہ مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کی حیثیت ایک بالادست قوت کی تھی، لیکن کتاب اللہ کے عموم سے حالت مغلوبی میں بھی اس سے استفادہ کی گنجائش ہے، بشرطیکہ مسلمان مساوی حصہ دار کی حیثیت سے ان کے ساتھ شریک ہوں اور مذکورہ بالا شرائط کی تکمیل ہوتی ہو۔

## مذاکرات میں اگر خواتین نمائندے بھی شریک ہوں

(۸) دوسرے اہل مذاہب سے مذاکرات کے وقت اگر نمائندگی کے لئے خواتین شریک ہوں، یا اسٹیج پر بحیثیت مقرر موجود ہوں، تو مسلمانوں کی مذہبی نمائندگی کرنے والوں کو کیا طرز عمل اختیار کرنا چاہیئے؟ یہ اس دور کا بہت حساس مسئلہ ہے اس لئے کہ بے پردگی اور صنفی اختلاط کے اس دور میں اکثر اہل مذاہب نے پردہ کو اپنے نظام سے خارج کر دیا ہے، یہ مسلمانوں کے لئے بہت آزمائشی مقام ہے، خاص طور پر مذہبی طبقہ کے لئے، اس لئے کہ اس کا ہر عمل مذہب کے آئینے میں دیکھا جائے گا، اور وہ مسلمانوں کے لئے بھی نمونۂ عمل بنے گا اور دوسروں کے لئے بھی مثال،۔۔۔ اس معاملے میں میرا اپنا خیال یہ ہے کہ کم از کم مسلمانوں کو اس معاملے میں سپر انداز نہیں ہونا چاہیئے، اس لئے کہ قرآن وحدیث اور خیر القرون میں کہیں بے پردہ سیاست یا بے پردہ مذاکرات کی کوئی مثال ہمیں نظر نہیں آتی، یہ موجودہ زمانے کا فتنہ ہے، مذاکرات کی خاطر اسلام کے مذہبی تصورات اور معروف نظریات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا

، میری رائے میں ایسی مجالس میں مسلمانوں کے مذہبی طبقہ کو ہرگز شرکت نہیں کرنی چاہئے، اس لئے کہ یہ معصیت کے ساتھ اشتراک ہوگا، اور معصیت والی محفلوں میں مذہبی قائدین کا اختیار ورضا کے ساتھ شریک ہونا مناسب نہیں، اس سلسلے میں بعض آیات واحادیث اور آثار سلف سے استیناس کیا جاسکتا ہے:

قرآن کریم میں اللہ والوں کی صفات بیان کی گئی ہے :

وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا[108]

ترجمہ: یہ جھوٹ کی جگھوں پر نہیں جاتے، اور جب کسی لغو چیز کے پاس سے گذرتے ہیں تو شریفانہ گذر جاتے ہیں، (یعنی اس کی طرف رخ بھی نہیں کرتے)۔

الزور کی تفسیر مفسرین نے شرک یا فسق وفجور کے مقامات سے کی ہے

محمد بن حنفیہ نے لہو ولعب کی محفلوں کو اس کا مصداق قرار دیا ہے[109] قرآن کریم میں ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ

---

[108] - الفرقان :72

[109] - تفسير القرآن العظيم ج ٦ ص ١٣٠ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ) المحقق : سامي بن محمد سلامة الناشر : دار طيبة للنشر والتوزيع الطبعة : الثانية 1420هـ – 1999 م عدد الأجزاء : 8 )

**بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ إِذًا مِثْلُهُمْ إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا** [110]

ترجمہ: اللہ پاک نے تم پر کتاب میں نازل کیا ہے جب تم سنو کہ اللہ کی آیات کے ساتھ کفر واستہزاء کیا جارہا ہے تو ان کے ساتھ مت بیٹھو، جب تک کہ وہ دوسری بات نہ شروع کردیں، ورنہ تم انہی کے مثل ہو جاؤگے، بے شک اللہ پاک منافقوں اور کافروں کو جہنم میں جمع کرنے والے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ کے حوالے سے منقول ہے کہ اس میں ہر بدعت اور منکر شامل ہے یعنی مسلمانوں کو بدعات ومنکرات والی مجالس میں بیٹھنا درست نہیں، [111]

☆حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایک محفل کے پاس سے گذرے، جہاں لہو لعب کا بازار گرم تھا تو خاموشی سے گذر گئے، اور اس کی طرف رخ بھی نہ کیا ،اللہ کے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

---

[110] - النساء: 140)

[111] - لباب التأويل في معاني التنزيل ج ٢ ص ١٩٤ المؤلف : علاء الدين علي بن محمد بن إبراهيم بن عمر الشيحي أبو الحسن ، المعروف بالخازن (المتوفى : 741هـ)

لقد أصبح ابن مسعود وأمسى كريما"[112]

ترجمہ: ابن مسعود کی صبح بھی کریم اور شام بھی کریم ہے۔

☆اللہ کے رسول ﷺ نے ایسے دستر خوان پر شرکت سے منع فرمایا جہاں شراب کا دور چل رہا ہو:

ومن كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يجلس على مائدة يدار عليها الخمر، قال أبو عيسى هذا حديث حسن غريب لا نعرفه من حديث طاووس عن جابر إلا من هذا الوجه قال محمد بن إسماعيل ليث بن أبي سليم صدوق وربما يهم في الشيء قال محمد بن إسماعيل وقال أحمد بن حنبل ليث لا يفرح بحديثه كان ليث يرفع أشياء لا يرفعها غيره فلذلك ضعفوه قال

---

[112] - ورواه ابن عساكر كما في المختصر لابن منظور (55/14) من طريق ابراهيم بن ميسرة به. بحوالہ : تفسير القرآن العظيم ج ٦ ص ١٣٠ المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى : 774هـ) المحقق : سامي بن محمد سلامة الناشر : دار طيبة للنشر والتوزيع الطبعة : الثانية 1420هـ - 1999 م عدد الأجزاء : 8 ، جامع البيان في تأويل القرآن ج ١٩ ص ٣١٦ المؤلف : محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، أبو جعفر الطبري (المتوفى : 310هـ) المحقق : أحمد محمد شاكر الناشر : مؤسسة الرسالة الطبعة : الأولى ، 1420 هـ - 2000 م عدد الأجزاء : 24)

الشيخ الألباني : حسن [113]

ترجمہ: جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے وہ ایسے دستر خوان پر نہ بیٹھے جہاں شراب کی گردش ہورہی ہو۔

***عن علي قال صنعت طعاما فدعوت رسول الله صلى الله عليه و سلم .فجاء فرأى في البيت تصاوير فرجع** [114].

حضرت علیؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دعوت دی اور کھانے کا انتظام کیا، لیکن آپ نے میرے گھر میں تصاویر دیکھیں تو واپس لوٹ گئے۔

**عن نافع عن أسلم أن عمر حين قدم الشام صنع له رجل من النصارى طعاما وقال لعمر إني أحب أن تجيئني وتكرمني أنت وأصحابك وهو رجل من عظماء النصارى فقال عمر إنا لا ندخل**

---

[113] -(الجامع الصحيح سنن الترمذي ج ٥ ص ١١٣ المؤلف : محمد بن عيسى أبو عيسى الترمذي السلمي الناشر : دار إحياء التراث العربي – بيروت تحقيق : أحمد محمد شاكر وآخرون عدد الأجزاء : 5 الأحاديث مذيلة بأحكام الألباني عليها )

[114] -سنن ابن ماجه ج ٢ ص ١١١٤حديث نمبر : ٣٣٥٩ المؤلف : محمد بن يزيد أبو عبدالله القزويني الناشر : دار الفكر – بيروت تحقيق : محمد فؤاد عبد الباقي عدد الأجزاء : 2 مع الكتاب : تعليق محمد فؤاد عبد الباقي)

**كنائسكم من أجل الصور التي فيها يعني التماثيل**[115]

ترجمہ: حضرت نافع اسلم کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ شام تشریف لے گئے تو ایک معروف اور معزز نصرانی نے کھانے کی دعوت دی، اور اس نے آپ سے خواہش ظاہر کی کہ آپ ہمارے عبادت خانہ تشریف لا کر ہمیں عزت بخشیں، حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ تمہارے عبادت خانوں میں تصاویر ہوتی ہیں اس لئے ہم وہاں حاضر نہیں ہو سکتے۔

ان آیات وروایات اور آثار سلف کی روشنی میں غیر شرعی مجالس میں اپنے اختیار ورضا سے بیٹھنے کا کوئی جواز نظر نہیں آتا، البتہ علامہ خازنؒ نے آیت استہزاء کے تحت علماء کا فتویٰ نقل کیا ہے، جس سے مجبوری کی صورت میں منکرات والی مجلسوں میں بادل ناخواستہ شرکت کی گنجائش دی گئی ہے، بشرطیکہ خود کسی منکر کا مرتکب نہ ہو:

**قال العلماء وهذا يدل على أن من رضي بالكفر فهو كافر ومن رضي بمنكر أو خالط أهله كان في الإثم بمنزلتهم إذا رضي له وإن لم يباشره فإن جلس إليهم ، ولم يرض بفعلهم بل كان ساخط له وإنما جلس على سبيل التقية والخوف فالأمر فيه أهون من**

---

[115] - مصنف عبد الرزاق ج ۱ ص ۴۱۱ حدیث نمبر ۱۶۱۱ المؤلف : أبو بكر عبد الرزاق بن همام الصنعاني الناشر : المكتب الإسلامي – بيروت الطبعة الثانية ، 1403 تحقيق : حبيب الرحمن الأعظمي عدد الأجزاء : 11 )

**المجالسة مع الرضا وإن جلس مع صاحب بدعة أو منكر ولم يخض في بدعته أو منكره فيجوز الجلوس معه مع الكراهة وقيل لا يجوز بحال والأول أصح**[116]

ترجمہ: علماء نے کہا ہے کہ جو کفر پر راضی ہو وہ کافر ہے اور جو منکر پر راضی ہو اور ایسے لوگوں کے ساتھ میل جول رکھے، تو گناہ میں دونوں برابر ہیں ، اگرچیکہ خود گناہ کا ارتکاب نہ کرے، البتہ اگر ان کے اعمال سے راضی نہ ہو اور محض خوف یا کسی اندیشہ کی بناپر ان کے ساتھ بیٹھ گیا ہو تو معاملہ رضامندی والوں کی بہ نسبت آسان ہے، ایسی حالت میں اہل بدعت یا اہل منکر کے ساتھ بیٹھنا کراہت کے ساتھ درست ہے بشرطیکہ خود منکر کا مرتکب نہ ہو، جبکہ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ کسی حال میں ان کے ساتھ نشست جائز نہیں، مگر پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

لیکن قائدین اور علماء کے لئے قباحت پھر بھی برقرار رہے گی، اس لئے کہ اس سے ساری دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے غلط پیغام جائے گا ، اس سلسلے میں حضرت امام ابو حنیفہؒ کا طرز عمل ایک بہترین نمونہ ہے، جس کا تذکرہ ہماری تمام کتب فقہ میں ہے، ہمارے مذہبی طبقے کو اسے نظر انداز نہیں کرنا

---

[116] - لباب التأويل في معاني التنزيل ج ٢ ص ١٩٤ المؤلف : علاء الدين علي بن محمد بن إبراهيم بن عمر الشيحي أبو الحسن ، المعروف بالخازن (المتوفى : 741هـ)

چاہیے، اس میں بڑے منافع ہیں، علامہ کاسانیؒ وغیرہ کئی فقہاء حنفیہ نے لکھا ہے کہ مجلس خیر (مثلاً ولیمہ، جنازہ وغیرہ) میں بھی اگر شر کی آمیزش ہو جائے تو بڑی شخصیت کو جو اس پر اثر انداز ہو سکتی ہو اس میں اصلاح کے ارادے سے ضرور شرکت کرنی چاہیے، مگر وہ قائدین جو اصلاح کی قدرت نہ رکھتے ہوں ان کا شریک ہونا درست نہیں البتہ عام لوگ دل کی ناپسندیدگی کے ساتھ شریک ہو سکتے ہیں، مگر شریک نہ ہونا بہتر ہے، اور یہ حکم اس وقت ہے جب پہلے سے معلوم نہ ہو، اگر معلوم ہو تو شرکت نہیں کرنی چاہیے، خاص طور پر علماء اور فقہاء کو بہت احتیاط کرنے کی ضرورت ہے۔ ہماری اکثر کتابوں میں یہ عبارت تھوڑے فرق کے ساتھ موجود ہے:

**هذا إِذَا لم يَعْلَمْ بِهِ حتى دخل فَإِنْ عَلِمَهُ قبل الدُّخُولِ يَرْجِعْ وَلَا يَدْخُلُ وَقِيلَ هذا إِذَا لم يَكُنْ إمَامًا يقتدي بِهِ فَإِنْ كان لَا يَمْكُثُ بَلْ يَخْرُجُ لِأَنَّ في الْمُكْثِ اسْتِخْفَافًا بِالْعِلْمِ وَالدِّينِ وَتَجْرِئَةً لِأَهْلِ الْفِسْقِ على الْفِسْقِ وَهَذَا لَا يَجُوزُ وَصَبْرُ أبي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ مَحْمُولٌ على وَقْتٍ لم يَصِرْ فيه مُقْتَدًى بِهِ على الْإِطْلَاقِ وَلَوْ صَارَ لَمَا صَبَرَ**[117]

---

[117] - بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ج ٥ ص ١٢٨ علاء الدين الكاساني سنة الولادة / سنة الوفاة 587 الناشر دار الكتاب العربي سنة النشر 1982 مكان النشر بيروت عدد الأجزاء 7، تبين الحقائق شرح كنز الدقائق ج ٦ ص ١٣ فخر الدين عثمان بن علي الزيلعي الحنفي. الناشر دار الكتب

ترجمہ: یہ تفصیل اس وقت ہے جب پہلے سے معلوم نہ ہو لیکن معلوم ہو تو شریک نہ ہو، بعض لوگوں نے کہا ہے یہ اس وقت ہے جب وہ مقتدیٰ نہ ہو ، لیکن اگر مقتدا اور امام ہو تو ایسی مجلسوں میں بالکل نہ ٹھہرے، اس لئے کہ اس سے علم اور دین کی توہین اور فاسقوں کی حوصلہ افزائی ہوگی جو جائز نہیں، اور امام صاحبؒ کا واقعہ ان کے مقتدیٰ بننے سے پہلے کا ہے، ورنہ وہ صبر نہ کرتے۔

واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم۔

اختر امام عادل قاسمی

جامعہ ربانی منورواشریف، سمستی پور بہار

---

الإسلامي. سنة النشر 1313هـ. مكان النشر القاهرة. عدد الأجزاء 6*3)

# خلاصۂ جوابات

(۱) مختلف قومیں جب ایک مقام پر رہتی ہیں تو کوئی سیاسی یا سماجی مسائل کے لئے باہم ایک دوسرے سے مذاکرات اور گفت وشنید کی ضرورت پڑتی ہے، جن کی بنیاد ایک دوسرے کے جذبات اور تقاضوں کے احترام اور عایت پر ہوتی ہے، قیام امن، بقائے باہم اور فتنہ وفساد سے بچنے کے لئے شریعت مطہرہ میں اس کی گنجائش ہے، بلکہ اس کی عملی مثالیں بھی عہد نبوت میں موجود ہیں البتہ یہ مذاکرات صرف سیاسی یا سماجی بنیادوں پر ممکن ہیں، مذہبی بنیادوں پر نہیں، نیز ان مذاکرات سے پیدا ہونے والی باہمی قربت ممنوعہ موالات میں داخل نہ ہو اور نہ تہذیبی اختلاط کا اندیشہ پیدا ہو۔

(۲) مختلف مذاہب کے درمیان بہت سی تعلیمات میں اشتراک پایا جاتا ہے، اصول سیاست، اصول اخلاق، سماجی قواعد بلکہ بہت سے مذہبی تصورات میں بھی ہم آہنگی پائی جاتی ہے، خاص طور پر آسمانی مذاہب میں اس طرح کی نظیریں بہت ملتی ہیں، مذاکرات کے درمیان کسی نقطۂ اتفاق تک پہونچنے، کسی مشترکہ کاز کو قوت پہونچانے کے لئے، یا اتمام حجت کے لئے دیگر مذاہب کی کتابوں کے حوالے دیئے جاسکتے ہیں اور ان سے محدود استفادہ بھی کیا جا سکتا ہے، اس میں کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ بعض دفعہ فریق ثانی کے لئے یہ زیادہ مؤثر اور قابل قبول ثابت ہوتا ہے۔

(۳) غیر مسلموں سے مذاکرات یا خوشگوار تعلقات بنانے کے لئے ان کے مذہبی اعمال اور تقریبات میں شرکت کرنا جائز نہیں ہے، البتہ امام احمد بن حنبلؒ نے کسی ضرورت یا تجارت کی غرض سے جانے کی جبکہ وہاں معصیت وغیرہ نہ ہو گنجائش دی ہے۔

(۴) قیام امن اور ہم آہنگی برقرار رکھنے کے لئے ایسے اعمال کا ترک جائز نہیں، جو شرعاً واجب نہیں ہیں، لیکن ان کا تعلق مذہب سے ہو، یا مسلمانوں کے قومی یا تہذیبی شعار کی حیثیت سے شہرت رکھتا ہو، اس میں وہ عمل بھی داخل ہے جو کہ مذہب کا حصہ نہیں ہے لیکن مسلمانوں کی متوارث تہذیب وثقافت کی شناخت بن چکا ہو، اور اس کے ترک سے ترک شعائر کی طرح کفر اپنی بالا دستی اور خوشی محسوس کرتا ہو،

(۵) اسلام ایک سچا مذہب ہے، جس نے حق کو کھول کھول کر بیان کیا ہے اور یہ بھی درست ہے کہ اس نے جھوٹے عقائد اور باطل نظریات کا طلسم بھی چاک کیا ہے، یہاں نفی اور اثبات دونوں ہیں، امر بالمعروف کی طرح نہی عن المنکر بھی ایک اہم ترین فریضہ ہے، اس لحاظ سے باطل افکار و نظریات کے خلاف تنقید کرنے میں مضائقہ نہیں، بلکہ بعض اوقات اس کے بغیر کام ہی نہیں چلتا ، اگر سوال کا جواب نہ دیا جائے تو یہ ایک طرح کی شکست سمجھی جاتی ہے، تنقید وتردید نظریاتی جنگ کا لازمی حصہ ہے، اور ہتھیار کی جنگ سے زیادہ اس کی اہمیت ہے، یہ جسموں پر نہیں دلوں اور دماغوں پر یلغار کرتی ہے، یہ قریب سے نہیں دور

سے وار کرتی ہے، اور یہاں فتح وشکست آج نہیں کل کے لئے ہوتی ہے، ایسے ہی موقعہ پر قرآن نے جدال کی اجازت دی ہے

البتہ تنقیدات میں حدود کی رعایت نہ برتی جائے، تو وہ تنقید نہیں نزاع ، اور بحث نہیں سب وشتم بن جائے گی، جس سے قرآن کریم نے حکمت آمیز لہجے میں منع کیا ہے، کہ اس سے کوئی نفع ہونے کے بجائے منفی رد عمل پیدا ہوتا ہے، اور بسا اوقات انسان اس نفسیات سے اس درجہ مغلوب ہو جاتا ہے کہ وہ خود بھی نہیں جانتا کہ اس کا تیر ہدف کن کن لوگوں کو شکار کررہا ہے، یہ مذہبی مباحثات کی جھوٹی نفسیات ہیں جو تنقید وبحث کے حدود وآداب سے ناواقفیت کی بنا پر پیدا ہوتی ہیں، اسی لئے قرآن نے اس طرح کی تنقیدوں پر روک لگائی، اور کہا کہ جو لوگ دیگر اقوام کے مذہبی جذبات کا احترام نہیں کرتے، رد عمل کی بنیاد پر اسلامی شخصیات یا عقائد کے خلاف فریق مخالف کی جانب سے جو بھی منفی کاروائیاں ہوں گی یہ لوگ اس کے ذمہ دار قرار پائیں گے، اس لئے کہ ہم جس چیز کو غلط سمجھتے ہیں ضروری نہیں کہ دوسرے بھی اسے غلط سمجھیں، ایسے لوگوں کے لئے معارضانہ طریق کے بجائے داعیانہ طریق زیادہ مؤثر ثابت ہوتا ہے۔

(٦) مشترکہ سماجی مسائل جیسے غربت، کرپشن، بے حیائی، عورتوں ، مزدوروں اور عمر دراز لوگوں کے ساتھ زیادتی وغیرہ پر دیگر اہل مذاہب کے ساتھ مذاکرات میں اشتراک درست ہے، اوران چیزوں کے خاتمہ یا اصلاح کے لئے مشترکہ جدوجہد کی جاسکتی ہے، عہد نبوت میں اس کی بہترین مثالیں حلف

الفضول، تجدید حلف خزاعہ اور میثاق مدینہ وغیرہ موجود ہیں، جن میں مختلف اقوام اور قبائل نے چند مشترکہ سماجی اور سیاسی مسائل پر معاہدے کئے تھے، ان میں غریبوں اور مظلوموں کی مدد، ظالموں کا مقابلہ اور برائیوں کا خاتمہ وغیرہ جیسے مسائل بھی شامل تھے۔

(۷) جمہوری ممالک میں سیاسی حصہ داری کی بڑی اہمیت ہے، اگر مسلمان اس میں اپنا کردار ادا نہ کریں تو کئی محاذوں پر وہ برادران وطن سے بہت پیچھے رہ جائیں گے، اور جس ملک میں مختلف قومیتوں کے لوگ رہتے ہوں وہاں کسی ایک قوم کا تنہا اپنے بل بوتے سیاسی استحکام حاصل کرنا آسان نہیں ہے، ایسے حالات میں دیگر اہل مذاہب کی سیاسی جماعتوں سے اشتراک عمل کیا جاسکتا ہے، بشرطیکہ مسلمان مشترکہ بنیادوں پر مساوی حیثیت سے اس میں شریک ہوں اوران کا قومی اور ملی وقار مجروح نہ ہو، اگر ملک میں مختلف سیاسی جماعتیں ہوں تو ترجیح ان جماعتوں کو دی جانی چاہئے جو اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے معتدل اور روادانہ خیالات کی حامل ہوں، اور اسلامی عقائد ونظریات سے ان کے خیالات متصادم نہ ہوں، ان کے مقابلے میں ایسی جماعت کے ساتھ اتحاد کرنا ہرگز جائز نہ ہوگا جو اسلام اور مسلمانوں کے بارے سخت گیر اور متشددانہ نظریات رکھتی ہو، البتہ سخت جماعت اگر اپنے سیاسی منشور سے مسلمانوں سے متصادم نظریات خارج کرنے اور صرف مشترکہ مسائل پر اتحاد کے لئے آمادہ ہو اور ملک میں کوئی نسبتاً اعتدال پسند جماعت موجود نہ ہو اوراس کے ساتھ اشتراک کئے بغیر

مسلمانوں کے سیاسی یا سماجی استحکام کی کوئی صورت موجود نہ ہو، مسلمانوں کا اس کے ساتھ اشتراک بحیثیت مذہب اس کے فروغ کا باعث نہ بنے، نیز مسلمانوں کے قومی اور ملی وقار پر کوئی آنچ نہ آئے تو ایسی جماعت سے بھی سیاسی تعاون عمل کی بدرجۂ مجبوری گنجائش ہوگی،

(۸) دوسرے اہل مذاہب سے مذاکرات کے وقت اگر نمائندگی کے لئے خواتین شریک ہوں، یا اسٹیج پر بحیثیت مقرر موجود ہوں، تو مسلمانوں کی مذہبی نمائندگی کرنے والوں کو کیا طرز عمل اختیار کرنا چاہیئے؟ یہ اس دور کا بہت حساس مسئلہ ہے اس لئے کہ بے پردگی اور صنفی اختلاط کے اس دور میں اکثر اہل مذاہب نے پردہ کو اپنے نظام سے خارج کر دیا ہے، یہ مسلمانوں کے لئے بہت آزمائشی مقام ہے، خاص طور پر مذہبی طبقہ کے لئے، اس لئے کہ اس کا ہر عمل مذہب کے آئینے میں دیکھا جائے گا، اور وہ مسلمانوں کے لئے بھی نمونۂ عمل بنے گا اور دوسروں کے لئے بھی مثال، ۔۔۔اس معاملے میں میرا اپنا خیال یہ ہے کہ کم از کم مسلمانوں کو اس معاملے میں سپر انداز نہیں ہونا چاہیئے، اس لئے کہ قرآن وحدیث اور خیر القرون میں کہیں بے پردہ سیاست یا بے پردہ مذاکرات کی کوئی مثال ہمیں نظر نہیں آتی، یہ موجودہ زمانے کا فتنہ ہے، مذاکرات کی خاطر اسلام کے مذہبی تصورات اور معروف نظریات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، میری رائے میں ایسی مجالس میں مسلمانوں کے مذہبی طبقہ کو ہرگز شرکت نہیں

کرنی چاہیے، اس لئے کہ یہ معصیت کے ساتھ اشتراک ہوگا، اور معصیت والی محفلوں میں مذہبی قائدین کا اختیار ورضا کے ساتھ شریک ہونا مناسب نہیں۔

اختر امام عادل قاسمی
خادم جامعہ ربانی منوروا شریف، سمستی پور بہار
۲۲ / محرم الحرام ۱۴۳۷؁ھ م ۵ / نومبر ۲۰۱۵؁ء